ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۷ جمعۃ المبارک ۲۴/مارچ ۲۰۰۰ء شمارہ ۱۲
۱۷/ذوالحجہ ۱۴۲۰ ہجری ☆ ۲۴/امان ۱۳۷۹ ہجری شمسی

صلہ رحمی کا معیار

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو احسان کے بدلے احسان کرے۔ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے رحمی تعلق کاٹا جائے تب بھی وہ اس کو جوڑے اور احسان کرے"۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب لیس الواصل بالمکافی)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

میں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دے کر سچی اور کامل توحید کے دارالامان میں داخل کر دے گی

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ مخفی مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کے لئے کھڑا ہو جاؤں۔ اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دئے ہیں جو میری باتوں کو ماننے کے لئے مستعد ہوں۔

میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے اسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے......... میں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی ان میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دے گی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے۔ یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے۔ اس ملک میں خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے تا جلد تر متفرق قوموں کو ایک قوم بنادے اور صلح اور آشتی کا دن لاوے۔ ہر ایک کو اس ہوا کی خوشبو آ رہی ہے کہ یہ تمام متفرق قومیں کسی دن ایک قوم بننے والی ہے"۔ (لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱)

اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۰/مارچ ۲۰۰۰ء)

لندن (۱۰/مارچ ۲۰۰۰ء): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ آل عمران کی آیات ۷۳ تا ۷۷ کی تلاوت کی اور ان کا ترجمہ پیش فرمایا اور فرمایا کہ ان آیات کریمہ کے اس خطبہ کے لئے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ میرے نزدیک ان آیات میں سے اکثر کا اطلاق آج کل پاکستان کے حالات پر ہوتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ منافق لوگ نئے مسلمانوں کو بہکانے کی خاطر اپنے آدمی ان کے اندر شامل کر لیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ صبح ایمان لاؤ اور شام کو انکار کر دو۔ اب بھی لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور کئی تبلیغ کرنے والے اپنی سادگی سے سمجھتے ہیں کہ ہم نے فلاں کو احمدی کر لیا۔ حضور نے فرمایا کہ مومن کو سادہ تو ہونا چاہئے مگر اہل بصیرت سادہ۔ ایسا جو نور اللہ سے چیزوں کو دیکھتا ہے۔ ورنہ اس کے نتیجہ میں ان احمدیوں کو بہت تکلیفیں پہنچتی ہیں۔

حضور انور نے آیت کریمہ "یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَشَاءُ........." کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے سورۃ الجمعہ کی اس آیت کی طرف توجہ جاتی ہے جہاں فرمایا "ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ"۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ نے فضل فرمایا اور انہیں اپنے لئے چن لیا۔ خدا اپنے فضل کے لئے جس کو چاہے گا چن لے گا۔

حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کی احادیث کے حوالہ سے بتایا کہ اس امت میں بھی یہود کے مثیل پیدا ہونے تھے۔ حضور اکرمؐ نے اس زمانے کے علماء کا نقشہ بھی کھینچا ہے اور بتایا ہے کہ لوگ جب اضطراب اور انتشار کے وقت اپنے علماء کے پاس جائیں گے تو وہ انہیں بندروں اور سؤروں کی طرح پائیں گے۔ جس طرح بندر نقالی کرتے ہیں یہی حال ان کا ہو گا اور سؤروں کی طرح ان معنوں میں کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کھیتیوں کو پامال کرتے جاتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اکثر مولوی بددیانت ہیں اور پیسہ کھانا ان کا عام دستور ہے۔ اور لوگ بھی ان کا حال اچھی طرح جانتے ہیں کہ اپنا دین تو ان کے سپرد کیا ہوا ہے مگر اسے پیسہ نہیں دے سکتے۔ مولوی دوسروں کو تعلیم دیتے ہیں کہ احمدی امّی جاہل ہیں ان کا پیسہ کھانا جائز ہے۔ معصوم احمدیوں سے قرض لیتے ہیں اور واپس نہیں کرتے اور بھی کئی طریقوں سے احمدیوں کا پیسہ مارتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ یہ احمدیوں پر ظلم کر رہے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ کی لعنت کے نیچے آ رہے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال پیش فرمائی کہ کس طرح آپ نے خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے تمام عہدوں کو وفا کیا۔ حضور نے اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تحریر پڑھ کر سنائی اور بتایا کہ سارا شرف وفا سے ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا ایک اور ارشاد بھی سنایا جس میں آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو۔ اور یہ کہ اس یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان اپنے اندر رکھتا ہے۔ جب آسمان سے اترتا ہے تو نئے سرے سے مردوں کو قبروں سے نکالتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ انشاء اللہ اس سال کے جلسہ پر آپ یہ خوشخبریاں سنیں گے کہ کتنے ہی مردوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت نے پھر زندہ کر دیا۔

اداریہ

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع

یہ دور جس میں سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں ایسا پر فتن اور پر آشوب دور ہے جس میں ہر قسم کی معصیت اور فسق وفجور کا بہت زور ہے۔ دنیا سے امن وامان اٹھ چکا ہے اور نوع انسانی طرح طرح کے نہایت خوفناک مصائب میں مبتلا ہے اور "گناہ کی خبیث روح انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہے"۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ انسان کو سچے اور زندہ خدا پر حقیقی اور کامل ایمان نہیں رہا۔ کیونکہ "جب تک اس کو اس کامل اور زندہ خدا پر پورا یقین نہ ہو اور جب تک معلوم نہ ہو کہ وہ خدا ہے جو مجرم کو سزا دیتا ہے اور راستباز کو ہمیشہ خوشی پہنچاتا ہے" "اس وقت تک انسان گناہ کی مہلک زہر سے کسی طرح بچ نہیں سکتا۔ اس وقت دنیا کا ایک بڑا حصہ تو سرے سے خدا کے وجود ہی سے منکر ہے اور وہ مختلف مذاہب جو خدا کے قائل ہیں ان کا بھی یہ حال ہے کہ یا تو انہوں نے "اصل خدا کو بالکل چھوڑ دیا ہے جیسا کہ عیسائی۔ اور یا ناواجب صفات اور اخلاق ذمیمہ اس کی طرف منسوب کرادئے ہیں جیسا کہ یہودی۔ اور یا واجب صفات سے اس کو علیحدہ کر دیا ہے جیسا کہ مشرکین اور آریہ"۔

حال ہی میں لندن سے شائع ہونے والے ایک معروف اخبار "The Times" کی ۱۳؍جنوری ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں Ludovic Kennedy کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں مضمون نگار نے چرچوں کی خستہ حالی، عیسائیت سے لوگوں کی بیزاری اور عیسائیوں میں پائے جانے والے اخلاقی و روحانی انحطاط کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "خدا مر چکا ہے" اور اس نے یہ دلچسپ بات بھی لکھی ہے کہ یہ سب کچھ گزشتہ صدی کے اوائل سے (یعنی بیسویں صدی کے آغاز سے) واضح ہو چکا ہے۔ Mr.Ludovic Kennedy کا یہ تجزیہ بہت قابل توجہ ہے۔ (اس مضمون کا خلاصہ الفضل انٹرنیشنل کے اسی شمارہ میں صفحہ گیارہ پر ملاحظہ فرمائیں)

امر واقعہ یہ ہے کہ عیسائی جس مسیح عیسیٰ بن مریم کو خدا یا خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں اس خدا کو تو ۱۹۰۰ سال ہونے کو آئے کہ وہ مر چکا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں یہ صداقت اس قوت اور زور کے ساتھ دنیا پر آشکار ہوئی کہ اس کے بعد بڑی کثرت سے روشن خیال عیسائی محققین نے الوہیت مسیح کے تصور کو باطل قرار دیتے ہوئے اسے بڑی شدت سے رڈ کیا ہے۔ اور اس کا سہرا اس زمانہ میں توحید حقیقی کے علمبردار حضرت اقدس مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام (۱۸۳۵ء - ۱۹۰۸ء) کے سر پر مزیّن ہے جن کا قلبِ اطہر مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوا جاتا تھا اور جنہوں نے آسمانی اور زمینی نشانات اور عقلی و نقلی دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ اور زبردست تحدیوں کے ساتھ ایک عظیم الشان قلمی جہاد کرتے ہوئے دنیا پر ثابت فرمایا کہ مسیح عیسیٰ بن مریم نہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا بلکہ وہ خدا کا ایک پیارا اور برگزیدہ نبی تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

"اگر یہ سچ ہوتا کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام درحقیقت خدا کا فرزند ہوتا یا خدا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی پرستش کرتا اور میں تمام ملک میں اس کی خدائی کی اشاعت کرتا اور اگرچہ میں دکھ اٹھاتا اور مارا جاتا اور قتل کیا جاتا اور اس کی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا تب بھی میں اس دعوت اور منادی سے باز نہ آتا۔ لیکن اے عزیزو! خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری آنکھیں کھولے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں۔ وہ صرف ایک نبی ہے۔ ایک ذرہ اس سے زیادہ نہیں۔ اور بخدا میں وہ سچی محبت اس سے رکھتا ہوں جو تمہیں ہرگز نہیں۔ اور جس نور کے ساتھ میں اسے شناخت کرتا ہوں تم ہرگز اسے شناخت نہیں کر سکتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ خدا کا ایک پیارا اور برگزیدہ نبی تھا اور ان میں سے تھا جن پر ایک خاص فضل ہوتا ہے اور جو خدا کے ہاتھ سے پاک کئے جاتے ہیں مگر خدا نہیں تھا اور نہ خدا کا بیٹا تھا۔ میں نے یہ باتیں اپنی طرف سے نہیں کیں بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خالق ہے میرے پر ظاہر ہوا اور اسی نے اس آخری زمانہ کے لئے مجھے مسیح موعود کیا۔ اس نے مجھے بتلایا کہ سچ یہی ہے کہ یسوع ابن مریم نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا ہے"۔ (اشتہار منسلکہ حقیقة الوحی)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا:

"اس زمانہ کے عیسائیوں پر گواہی دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں لوگوں پر ظاہر کروں کہ ابن مریم کو خدا ٹھیرانا ایک باطل اور کفر کی راہ ہے"۔ (کتاب البریہ)

نیز فرمایا:

"چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں اس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ میں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گزرا ہو۔ بلکہ اگر ہمّ و غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں۔ اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہ راست لے کر دنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے میں ہلاک نہ ہو جاؤں.......... اور میرا اس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ میں اپنی زندگی میں اس شرک سے انسانوں کو رہائی پاتے اور خدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں اور میری روح ہر وقت دعا کرتی ہے کہ اے خدا! اگر میں تیری طرف سے ہوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دن دکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سر سے یہ تہمت اٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمانہ گزر گیا کہ میرے پنجوقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کرلیں۔ اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کریں"۔ (تبلیغ رسالت جلد ہشتم)

آج عیسائی پادریوں کے فتنہ کے مقابلہ کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ آپ کے مہیا کردہ دلائل و براہین کے اسلحہ سے لیس ہو کر میدان کارزار میں اترا جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی ان تحریرات اور فرمودات اور اس طریق جہاد کا مطالعہ کیا جائے جس نے یہ عظیم الشان انقلاب بپا کر دیا کہ آج خود مسیحی علماء وفضلاء عیسائی عقائد سے بیزار اور اپنے خدا کے مردہ ہونے کا اعلان عام کر رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے الوہیت مسیح کے شرمناک عقیدہ کا بودہ پن ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

"جس بات کی طرف وہ بلاتے ہیں وہ نہایت ذلیل خیال اور قابل شرم عقیدہ ہے۔ کیا یہ بات عندالعقل قبول کرنے کے لائق ہے کہ ایک عاجز مخلوق جو تمام لوازم انسانیت کے اپنے اندر رکھتا ہے خدا کہلاوے؟ کیا عقل اس بات کو مان سکتی ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو کوڑے مارے اور خدا کے بندے اپنے قادر خدا کے منہ پر تھوکیں اور اُس کو پکڑیں اور اس کو سولی دیں۔ اور وہ خدا ہو کر ان کے مقابلہ سے عاجز ہو؟ کیا یہ بات کسی کو سمجھ آسکتی ہے کہ ایک شخص خدا کہلا کر تمام رات دعا کرے اور پھر اس کی دعا قبول نہ ہو؟ کیا کوئی دل اس بات پر اطمینان پکڑ سکتا ہے کہ خدا بھی عاجز بچوں کی طرح نو مہینے پیٹ میں رہے اور خون حیض کھاوے اور آخر چیختا ہوا عورتوں کی شرمگاہ سے پیدا ہو؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ خدا بیشمار اور بے ابتداء زمانہ کے بعد مجسم ہو جائے۔ اور ایک ٹکڑا اس کا انسان کی صورت سے بنے۔ اور دوسرا کبوتر کی۔ اور جسم ہمیشہ کے لئے اُن کے گلے کا ہار ہو جائے"۔ (کتاب البریہ)

پھر فرمایا:

"عیسائی صاحبوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو لوگ تثلیث کا عقیدہ اور یسوع کا کفارہ نہیں مانتے وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے .... غیر محدود خدا کا تین اقنوم میں یا چار اقنوم میں محدود کرنا اور پھر ہر ایک اقنوم کو کامل بھی سمجھنا اور ترکیب کا محتاج بھی اور پھر خدا پر یہ روا رکھنا کہ وہ ابتداء میں کلمہ تھا۔ پھر وہی کلمہ جو خدا تھا مریم کے پیٹ میں پڑا اور اس کے خون سے مجسم ہوا اور معمول راہ سے پیدا ہوا اور سارے دُکھ خسرہ، چیچک، دانتوں کی تکلیف جو انسان کو ہوتی ہے سب اٹھائی۔ آخر کو جوان ہو کر پکڑا گیا اور صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ نہایت گندہ شرک ہے جس میں انسان کو خدا ٹھہرایا گیا ہے۔ خدا اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کے پیٹ میں پڑے اور مجسم ہو۔ اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو۔ انسانی فطرت اس کو قبول نہیں کر سکتی کہ خدا پر ایسے دکھ کی مار اور یہ مصیبتیں پڑیں۔ اور وہ جو تمام عظمتوں کا مالک اور تمام عزتوں کا سرچشمہ ہے اپنے لئے یہ تمام ذلتیں روا رکھے۔ عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا کی اس رسوائی کا یہ پہلا ہی موقعہ ہے اور اس سے پہلے اس قسم کی ذلتیں خدا نے کبھی نہیں اٹھائیں۔ کبھی یہ امر وقوع میں نہیں آیا کہ خدا بھی انسان کی طرح عورت کے رحم میں نطفہ میں مخلوط ہو کر قرار پکڑ گیا ہو۔ جب سے لوگوں نے خدا کا نام سنا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ بھی انسان کی طرح کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں جن کا عیسائیوں کو خود اقرار ہے اور اس بات کا بھی اقرار ہے کہ گو پہلے یہ تین اقنوم تین جسم علیحدہ علیحدہ نہیں رکھتے تھے مگر اس خاص زمانہ سے جس کو اب ۱۸۹۶ برس جاتا ہے تینوں اقنوم کے لئے تین علیحدہ علیحدہ جسم مقرر ہو گئے۔ باپ کی وہ شکل ہے جو آدم کی۔ کیونکہ اس نے آدم کو اپنی شکل پر بنایا۔ دیکھو توریت پیدائش باب ۱ آیت ۲۷۔ اور بیٹا یسوع کی شکل پر مجسم ہوا۔ دیکھو یوحنا باب ۱ آیت ۱۔ اور روح القدس کبوتر کی شکل پر متشکل ہوا۔ دیکھو متی باب ۳ آیت ۱۶.......... یہ تینوں مجسم خدا عیسائیوں کے زعم میں ہمیشہ کے لئے مجسم اور ہمیشہ کے لئے علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہیں۔ اور پھر بھی یہ تینوں مل کر ایک خدا ہے لیکن اگر کوئی بتلا سکتا ہے تو ہمیں بتلاوے کہ باوجود اس دائمی تجسم اور تغیر کے یہ تینوں ایک کیونکر ہیں"۔ (انجام آتھم)

جہاں تک حضرت مسیح کے معجزات کی بنا پر انہیں خدائی کا مقام دینے کا تعلق ہے تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"جن نشانوں کو یسوع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان کا دنیا میں نام و نشان نہیں، صرف قصے ہیں۔ لہذا یہ مردہ پرستی کا مذہب اپنے مردہ معبود کی طرح مردہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک سچائی کا بیان صرف قصوں تک کفایت نہیں کر سکتا۔ کونسی قوم دنیا میں ہے جس کے پاس کراماتوں اور معجزوں کے قصے نہیں ہیں"۔

(تبلیغ رسالت جلد ہشتم)

مزید فرمایا:

"رہے اُس کے معجزات سو واضح ہو کہ اس کے معجزات دوسرے اکثر نبیوں کی نسبت بہت ہی کم ہیں۔ مثلاً اگر کوئی عیسائی ایلیا نبی کے معجزات سے جو بائبل میں مفصل مذکور ہیں جن میں سے مُردوں کا زندہ کرنا بھی ہے مسیح ابن مریم کے معجزات سے مقابلہ کرے تو اس کو ضرور اقرار کرنا پڑے گا کہ ایلیا نبی کے معجزات شان اور شوکت اور کثرت میں مسیح ابن مریم کے معجزات سے بہت بڑھ کر ہیں۔ ہاں انجیلوں میں بار بار اس معجزہ کا ذکر ہے کہ یسوع مسیح مُصْرُوْعُوْن یعنی مرگی زدہ لوگوں میں

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

خدا کی ہستی

رقم فرمودہ: حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

والدین کا ایک عزیز بچہ ہے جو نہایت ناز و نعم سے ان کے کنار تربیت میں پلا ہے۔ اس کے کچھ سوتیلے بھائی ہیں جو برداشت نہیں کر سکتے کہ والدین کا التفات اور نظر شفقت اس کی طرف ان سے زیادہ مبذول ہو۔ وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ اسے ایسی دور جگہ پر پھینک دیں جہاں وہ بغیر کسی متکفل اور ولی کے ہلاک ہو جائے اور اس کے بعد اس کا وجود ان کی رقابت اور رشک کی آگ کو اشتعال دلانے والا نہ رہے اور والدین کی محبت سموچی انہیں کی طرف مائل ہو جائے۔ آخرکار لطائف الحیل سے وہ اس معصوم لڑکے کو جنگل میں دور لے جا کر ایک کنوئیں میں پھینکتے ہیں۔ اس وقت یہ نظارہ قابل دید ہے کہ ایک معصوم لڑکا جس کی نظر بجز اپنے والدین کی گود کے یا ارد گرد کی چند محدود چیزوں کے اور کسی وسیع چراگاہ میں کبھی چرنے کے لئے چھوڑی نہیں گئی اور اس صغر سنی کے ساتھ وہ زمانہ کی نشیب و فراز سے بھی بہت ناواقف اور سادہ بچہ ہے عام مادی نگاہ کیا توقع کر سکتی ہے کہ اس تاریک کنوئیں میں اسے کس حالت میں دیکھے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ ایک معمولی بچہ ہے تو اسے بہت جلد تڑپ تڑپ کر اور سسک سسک کر جان دے دینی چاہئے لیکن خدا کی کتاب جسے ہم خدا کی کتاب نہ صرف تحکم سے کہتے ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ ایسے حکیمانہ واقعات کو اپنے اندر رکھتی ہے اور ان سے اپنے عظیم الشان لانے والے کے ثبوت نبوت کے لئے نشان پیدا کرتی ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ اس بھیانک اور خوفناک منظر میں اسے ایک آواز آئی لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْن۔ میں تجھے قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ تجھ پر ایک وقت آنے والا ہے کہ تیری پوزیشن اس وقعت اور اس پایہ کی ہوگی کہ تو اپنی شان و شوکت اور جلال میں ان لوگوں کو جنہوں نے تجھ سے یہ مفسدانہ کارروائی کی ہے ان کی اس شرارت اور مفسدہ کی خبر دے گا اور وہ اپنی پست اور ذلیل حالت اور تیری شوکت اور جلالت کے سبب سے تجھے نہیں پہچانتے ہونگے۔

اب یہاں ہر ایک سلیم الفطرت کو غور کرنی چاہئے کہ یہ کیسی آواز ہے۔ اس میں دو طرح سے فکر کرنی چاہئے۔ اول یہ کہ آیا اس معصوم بچہ کے توہمات اور تخیلات یا تجارب اور فراست کا سرجوش تھے۔ دوئم یہ کہ آیا یہ باللفظ پورے ہوئے یا ایک فضول گپ کی طرح ہوا میں مل گئی۔ خدا کی کتاب نے اس ترکیب میں اپنی الوہیت کا ہم علم اور ہم قدرت ہونا ثابت کرنے کے لئے لغت عربی کے لحاظ سے وہ عظیم الشان حرف یعنی لام تاکید اور نون ثقیلہ اس لئے رکھے ہیں کہ اس پر علم کو قطعی اور یقینی اور قسم کے افعال اور شکوک سے بری سمجھا جائے۔ یہ ترکیب خود اپنی ذات میں ذرا سے تامل کے ساتھ اس طرح رہنمائی کرتی ہے کہ یہ آواز اس بچہ کے اندر سے پھوٹی ہوئی نہیں اس لئے کہ اس کا منشاء یہ ہے کہ یقیناً اور قطعاً ایسا وقت آنے والا ہے اور کوئی چیز اس کو ٹال نہیں سکتی کہ تو کامیاب ہوگا اور تیرے یہ بدسگال دشمن تیری آنکھوں کے سامنے خراب ہونگے۔ ہمارے پاس اس بات کا تصور کرنے کے لئے کوئی وجہ نہیں اور نہ عقل سلیم ایک لحظ کے لئے بھی اس تصور کو گوارا کر سکتی ہے کہ ہم اس آواز کو اس بچہ کا توہم یا اس کے کسی تجربہ اور فراست کا نتیجہ قرار دیں۔ واقعات نے ہمیں ثابت کر کے دکھا دیا ہے کہ یہ آواز اس ہستی کی طرف سے اس ناتوان بے علم بچے کے کان میں آئی جو عالم کی تصریف اور تصرف پر قادر ہے۔ اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے ہمیں آئندہ دیکھنا چاہئے کہ اس قادر مطلق آواز نے اس عالم کون و فساد میں واقعات کو کس طرح اپنے منشاء کے مطابق ترتیب دیا۔ اصل مقصود تو یہ تھا کہ اس مہجور مخذول بچہ پر ایک زمانہ ایسا لایا جائے کہ یہ کامیابی کے تخت پر تاج عزت پہن کر بیٹھا ہو اور اس کے دشمن اس کے سر پر شوکت کے آگے دست بستہ کھڑے ہوں۔ اس غرض کے سرانجام دینے کے لئے جس قدر انقلاب اور تغیرات ظہور میں آئے وہ صاف طور پر ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ یہ تمام کارروائی اس ہمہ علم اور ہمہ قدرت پاک ذات کی ہے جو اپنے منشاء کے مطابق عالم کی تغیر اور تبدیل پر ہر آن اور ہر شان میں قادر ہے۔ یہ خاندان جس کا ممبر یہ ایک معصوم بچہ ہے اور اس کے وہ بداندیش دشمن ہیں کنعان کا رہنے والا ہے۔ ان کے گرد و پیش اس وقت ایک ہی ملک تھا جو ہر قسم کی امید و بیم کا مرجع تھا۔ یہ لوگ اپنے پاس کسی قسم کی حکومت اور شوکت نہیں رکھتے تھے لیکن اس پیشگوئی کے موافق ضروری تھا کہ یہ بچہ کسی زبردست حاکمانہ رنگ میں جلوہ گر ہو اس لئے بجز اس کے اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی تھی کہ مصر کی عظیم الشان سلطنت میں اسے اقتدار اور جلال حاصل ہو۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ واقعات اس غرض کے پورا کرنے کے لئے کس طرح اپنی ایچا پیچی اور لمبائی سے سکڑ کر ایک ایسے مرکز پر آ کر ٹھہرتے ہیں کہ جس سے یہ غرض بخوبی حاصل ہو جائے۔ مصر کا ایک قافلہ جو کسی غرض کے لئے دور دراز سفر کو نکلا ہوا ہے اس کنوئیں کے پاس فروکش ہوتا ہے جہاں یہ بیکس بچہ پڑا ہے۔ ان کا ایک فرد پانی کی تلاش میں اس کنوئیں پر آتا ہے لیکن بجائے اس کے کہ وہ صرف حقیر اور ہیچمیرز پانی کو پاتا اور پی کر بہت جلد اسے بھول جاتا ایک ایسی گراں بہا دولت اسے ملتی ہے کہ جس کے احساس سے وہ چیخ اٹھتا ہے کہ یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلَامٌ۔ اللہ اللہ یہاں تو ایک خوبصورت لڑکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ قافلہ اس لڑکے کو مصر میں پہنچاتا ہے اور آخرکار بعد بہت سے انقلابات کے مصر کی گورنمنٹ میں نہایت ہی ممتاز اور اعلیٰ عہدہ پر منصوب کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ کنعان میں غلہ کی مصیبت اس سختی سے واقع ہوئی کہ کنعانیوں کو بجز اس کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ زندگی کی بقا کے لئے مصر کی طرف رجوع کریں۔ اگرچہ ان دنوں میں مصر اُن ملکوں کے لئے تجارت غلہ کی ایک بڑی مشہور منڈی تھا۔ اور کنعان اور اس کے نواح کے لوگ غلات کے لئے وہیں آیا کرتے تھے۔ مگر یہ ناز پروردہ اسرائیلی خاندان بہت کم اس سفر کے لئے مجبور ہوتا تھا۔ الحاصل حضرت اسرائیل کے گیارہ بیٹے اپنے باپ سے رخصت لے کر غلہ کی تجارت کے لئے مصر میں آتے ہیں۔ اس وقت تک ان کو کوئی علم نہیں حالانکہ اس سیاہ کارروائی سے جو ان کے ہاتھ سے اپنے بھائی کے متعلق سرزد ہوئی اب تک ایک لمبا عرصہ منقضی ہو چکا ہے وہ اپنے زعم میں اس امید سے لبریز ہیں کہ وہ مصر میں اپنی غرض کے حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں اور پھر بہت جلد دامن مقصود گوہر مراد سے بھر کر اپنے والد کی حضور میں حاضر ہونگے مگر وہاں ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے جو ان کی امیدوں اور گمانوں میں کبھی آ نہیں سکتا تھا۔ خدائے تعالیٰ کا حکیمانہ ارادہ چند واقعات کے واقع ہونے کے بعد انہیں ایک ایسے عظیم الشان شخص کے سامنے لا کھڑا کرتا ہے جسے وہ تو نہیں پہچانتے مگر وہ انہیں جانتا ہے اس وقت کی کیفیت اور نظارے کو دل کی کیفیات اور قدرتوں سے بھری ہوئی کتاب کا مطالعہ کرنے والا ہی بہتر سمجھ سکتا ہے جبکہ اس موجودہ وقت کے باجلال کمشنر یوسف ابن یعقوب نے اور اس پرانے وقت کے کنوئیں میں پھینکے ہوئے ناتواں بے بس معصوم بچہ نے جس کے کان میں وہ دلربا آواز آئی تھی لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا اس موجودہ وقت کے عاجز مگر کسی پرانے وقت کے مغرور ناعاقبت اندیش گروہ کو کہا اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا اور اس رتبہ پر ہمیں پہنچایا۔ اللہ کا یہ دائمی قانون قدرت ہے کہ وہ متقی اور صابر کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔

ان واقعات میں اس رنگ اور اس پہلو سے غور کرنا چاہئے کہ انسان کی منصوبہ بازی اور تدبیر کیا مقاصد اپنے سامنے رکھتی ہے اور ان مقاصد کے بہم پہنچانے کے لئے ایسے سامان اور مواد پیدا کرتی ہے کہ جن پر اس مقصود پیش نہاد کے حاصل ہو جانے کے لئے قطعی کارگر ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے یا بلفظ دیگر یوں کہو کہ ایک میٹریلسٹ عام تجربہ اور استقرار کی بنا پر علت و معلول کے صحیح سلسلہ کو مدنظر رکھ کر وہ اسباب اور مواد بہم پہنچاتا ہے کہ جن کی نسبت اس کا پرانا تجربہ اس کے ہمیشہ مفید ہونے کا یقین دلا چکا ہے لیکن بایں ہمہ ایسے علل اور اسباب پیش آ جاتے ہیں جو اس کے تمام ساختہ پرداختہ کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ یہاں اس واقعہ میں اسرائیل کے فرزند اپنے سوتیلے بھائی یوسف کے استیصال کے لئے وہ تمام تدبیریں کر چکے ہیں جو مادی انسان کر سکتے ہیں اور فی الحقیقت ایسی ہی تدبیریں کسی مخالف کے ہلاک کرنے کے لئے دنیا میں ہوا کرتی ہیں اور ہزاروں واقعات میں ان تدبیروں کے کارگر اور مفید ہونے کے ثبوت بھی دئے ہیں مگر وہ کیا بات ہے جو ان تمام منصوبوں اور کارروائیوں کا تار پود ادھیڑ دیتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمام واقعات قانون قدرت میں ایسی باتوں کی نظیریں بہت ملتی ہیں اور اگرچہ ایسی ہزاروں نظیریں ہمارے اصل منشاء کو مضر نہیں۔ کیونکہ ہم ان سب باتوں میں بڑی حکمت اور پورے زور سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک قادر ہمہ علم ہستی ہے جو اجازت نہیں دیتی اس کی غیریت اس بات کو روا نہیں رکھتی کہ انسان ذرات کون و فساد پر متصرف ہو کر ہمہ قدرت اور ہمہ ہستی بن جائے۔ مگر اس جگہ ایک اور بڑی عظیم الشان بات ہے جو علوم نظریہ کی طرح دقیق اور حیرت انگیز نہیں بلکہ ایک بدیہی امر ہے اور وہ ہے قبل از وقت پیشگوئی اور دعویٰ کا موجود ہونا ایسے وقت میں جبکہ دنیا کی کوئی فراست کوئی حدس، کوئی تخمین، کوئی استقراء، کوئی تجربہ حکم نہیں لگا سکتا کہ واقعات عالم اس مدعی کے آ کر پاؤں چوم لیں گے جس طرح اس کے دعویٰ کے لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ساری کارروائی میں بڑی دلچسپ بات جو خدا تعالیٰ کی ہستی کی بین دلیل ہے یہی ہے کہ زمین کے فرزندوں نے ایک منصوبہ کیا اور اس میں اپنے زعم کے موافق جو جلالی پیش گوئی سے بھری ہوئی تھی اور ایک ناتواں اور بے سامان بچہ کے منہ سے نکلی تھی وہ نامراد اور ناکام ہوئے۔

قرآن شریف میں یہ واقعہ بطور پیشگوئی کے لکھا گیا ہے۔ اس قصہ یوسف سے یہ غرض ہے کہ حامل قرآن علیہ الصلوٰۃ الرحمٰن بھی یوسف کی طرح ایسے ہی واقعات میں مبتلا ہوگا یعنی اس کا آغاز اور انجام بلا تفاوت یوسف کی طرح ہوگا۔ یہ قصہ ایک پیشگوئی کرنے والے پر ایسے وقت میں وحی کیا جاتا ہے یا یوں کہو کہ ایسے وقت میں اس پیرایہ میں وہ اپنے حال کی نسبت پیشگوئی کرتا ہے جبکہ وہ بچہ یوسف کی طرح اپنی قوم اور بھائیوں کے ہاتھ سے ناگفتنی ظلموں اور بیدادگریوں کے اندھے کنوئیں میں پھینکا گیا تھا اور اس کنوئیں سے نکلنے کے لئے اس کے ہاتھوں میں کوئی زمینی سامان اور مادہ نہ تھا۔ اس کے بالمقابل اس کے حریف یوسف کے ظالم بھائیوں سے بدرجہا زیادہ قوی، بدرجہا زیادہ باسامان تھے مگر کیسے جلال اور پر شوکت پیرایہ میں یہ آواز اس کے منہ سے اس کے مخالفوں کے کانوں میں پڑتی ہے۔ "لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِيْنَ"۔ یوسف اور اس کے بھائیوں کے واقعات میں نشان ہیں ان لوگوں کے لئے جو اس شخص کے آغاز اور انجام اور واقعات زندگی کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ قرآن شریف کی یہ پیشگوئیاں جو

یوسف کے قصہ کے پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں اسی قادر اور قاہر اور ہمہ علم خدا کی طرف سے ہیں جو ہمیشہ اپنے راستباز بندوں پر ظہور فرماتا رہا ہے اور جس کا ثبوت ابھی ہم یوسف کے قصہ میں دے چکے ہیں ہمیں زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے کہ اس عظیم الشان نبی کے واقعات زندگی ایسے صاف اور واضح ہیں کہ کسی اور دعویٰ کرنے والے کی زندگی میں ان کی نظیر نہیں مگر ہم مختصراً دکھاتے ہیں کہ کس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں نے آپ کے استیصال کے لئے منصوبے کئے۔ مکہ میں تیرہ برس تک وہ دکھ دیئے جو ایک معمولی انسان کے تباہ کرنے کے لئے بہت کافی تھے۔ آخر کار مکہ سے آپ کو نکلنے پر مجبور کیا اور اپنے وطن سے بہت دور ایک بیگانہ سرزمین میں آپ پناہ گزیں ہوئے۔ مکہ کے ان قوی دشمنوں نے اس مسافر پر اس اوپری بستی میں بار بار حملے کئے یہاں تک کہ آخر کار مدینہ کی ان طاقتور قوموں کو جو اسرائیل کے باقی فرزندوں سے وہاں سکونت پذیر تھیں اور دولت اور ثروت اور طاقت میں اپنی آس پاس کی قوموں میں ممتاز تھیں اس مہجور خویش وبیگانہ کی تباہی کے لئے اپنے ساتھ ملایا۔ غرض ایک شخص کے ہلاک کرنے کے لئے جس قدر منصوبے زمینی عقل تجویز کر سکتی ہے۔ عرب کی متفقہ قوموں نے اس نبی کے استیصال کے لئے کئے مگر جیسا کہ قبل از وقت پُرتحدی پیشگوئی نے خبر دی تھی وہ کامیاب ہوا اور ایسا کامیاب ہوا کہ اس کی کامیابی کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں۔

وہی شخص جو ناقابل بیان ظلموں کا نشانہ بن کر ننگے پاؤں ننگے سر صرف ایک رفیق طریق کے ساتھ مرد آزما بیابان میں رستوں کو کاٹتا ہوا اور پگھڈنڈیوں سے کتراتا ہوا بہت دنوں کے بعد مدینہ میں پہنچا تھا۔ آخر دس ہزار جانثاروں کے ساتھ اس زمین میں داخل ہوتا ہے جہاں سے اس کے دشمن اسے نکال کر اپنے آپ کو بڑے کامیاب اور بامراد سمجھتے اور اس کے بھاگ جانے کی خوشی پر اس زمین کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چراغاں کی روشنی کرتے ہیں۔ آج وہ ان کی تمام سرزمینوں اور املاک پر اور سب سے زیادہ ان کے مقدس معبد پر متصرف ہو کر اس کے دروازے میں کھڑا ہوتا اور ان کے تمام معبودوں کو جن کی تاثیر اور ضرر اور نفع پر وہ تمام مادی لوگ بھروسہ کرتے اور انہیں متصرف عالم مانتے تھے توڑنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اس کے سامنے وہ بڑے بڑے صنادید اور جبل اور عمائد اسی طرح کھڑے ہوتے ہیں جس طرح یعقوب کے فرزند مصری یوسف کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو عرف اور شریعت اور عقل کے نزدیک اپنے ناجائز افعال کے ذریعہ سے واجب القتل ٹھہر چکے ہوئے تھے اور وہ خود بھی اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ وہ اب کسی طرح قابل عفو نہیں۔ وہ کامیاب انسان ان سے پوچھتا ہے کہ تم میری نسبت اب کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ تو کریم ابن کریم ہے اس لئے ہم تجھ سے توقع کرم اور رحم کی رکھتے ہیں۔ وہ ان کے جواب میں لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْن کہہ کر ثابت کرتا ہے کہ تمام سورۃ یوسف درحقیقت اسی کے واقعات زندگی کی نسبت پیش گوئی تھی۔

اب ہم ایک طالب حق کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ وہ ان پیشگوئیوں میں اس نگاہ سے غور کرے کہ کیسے وقتوں اور کیسے حالات کے ماتحت ہو کر ایک شخص زلزلہ ڈالنے والی تحدی اور دعوے سے ایک بات منہ سے نکالتا ہے اور وہ آخر کار حرفاً پوری ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ اس بات کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ تمام پیشگوئیاں ایک قادر علیم حکیم کی طرف سے ہوتی اور اس کے وجود پر ایک بین دلیل کا کام دیتی ہیں۔

اسی طرح قرآن شریف میں خدائے تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں بنی اسرائیل کے عظیم الشان ہادی حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بیان کیا ہے جبکہ وہ فرعونِ مصر کی طرف بھیجے گئے اور اس کے تخت کے سامنے کھڑے ہو کر باوجود ایک ناتواں اور ضعیف اور بے سامان انسان ہونے کے کس شوکت اور قوت سے اس متکبر بادشاہ کو کہا "قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِنْ رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى"۔ ہم تیرے پاس اپنی سچائی کا نشان لائے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جو حق پر ہے وہ سلامت رہے گا۔ اور اس کا مخالف ہلاک ہو جائے گا۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ بظاہر کامیابی اور نجات کے سامان کس شخص کے پاس ہیں اور غریب مسکین کون شخص ہے۔ کیا کوئی مادی فراست اس وقت عین اس حالت میں جبکہ بنی اسرائیل کے منجی نے ایک بادشاہ کو بظاہر گستاخانہ لہجے میں یہ دھمکی دی یہ حکم لگا سکتی تھی کہ ان دونوں میں جو کمزور ہے وہ غالب رہے گا اور جو قوی ہے وہ نیست و نابود ہو جائے گا۔ اور کیا یہ دعوے ایسے ناتواں انسان کے منہ سے اگر حرفاً پورا ہو جائے، کھلا ثبوت ایک قادر مطلق ہمہ علم ہستی کا نہیں؟

یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کیا اس متکلم اور اس مخاطب کو کچھ بھی واقفیت اور شعور تھا کہ وہ کس طرح کامیاب ہو گا اور وہ کیونکر ہلاک ہو گا لیکن آخر کار قابل دید یہ امر ہے کہ ایک شخص کے لئے نجات کا اور دوسرے کے لئے ہلاکت کا سامان اس طور سے نمودار ہوا جو نہ تو ان میں سے کسی کی قدرت میں تھا اور نہ وہم و گمان میں آ سکتا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد ایک ایسی خوفناک روک سامنے نظر آتی ہے جس کو دفعہ کرنا ان کی انسانی طاقت میں نہیں۔ دریا اپنی پوری طغیانی کے ساتھ راہ میں حائل ہے، کوئی پل نہیں، کوئی کشتی نہیں، بھاگنے والے تردّد اور اضطراب میں دریا کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اتنے میں ایک شدید آندھی اور غبار کے نمودار ہونے اور چھٹنے کے بعد فرعون اور اس کا جرار لشکر تعاقب کرتا ہوا نمودار ہوتا ہے۔ مظلوم بنی اسرائیل ان دشمنوں کو دیکھ کر اپنے نجات دہندہ سے کہتے ہیں "یٰمُوْسٰى اِنَّا لَمُدْرَكُوْن"۔ یعنی اے موسیٰ اب اس میں کوئی شک نہیں اور یہ قطعی بات ہے کہ اب ہم پکڑے گئے اور ہمارے لئے کوئی نجات کی راہ اور مفر نہیں۔ مگر موسیٰؑ ان کے جواب میں کہتے ہیں "كَلَّا اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْن"۔ یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو گا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو۔ اس لئے کہ میرا رب یقیناً میرے ساتھ ہے اور وہ ضرور مجھے کامیابی اور نجات کی راہ دکھائے گا۔

اس مقام میں یہ امر غور طلب ہے کہ جبکہ ہزاروں آدمی مشاہدہ اور تجربہ سے ایک نتیجہ پر پہنچ کر پورے یقین سے کہتے ہیں کہ حسب عادت اور عرف کے اب کوئی نجات اور فرار کی راہ نہیں۔ ایک شخص کس بل پر ان سے بڑھ کر یقین اور قوت کے لفظوں میں دعوے کرتا ہے کہ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْن کہ میرا پروردگار جس نے مجھے تمہاری نجات کے لئے پالا اور پرورش کیا ہے اور بڑے بھاری کام مجھ سے لینے ہیں وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا اور یقیناً مجھے کامیاب کرے گا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ اس کے علم اور اس کی قوت کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ الفاظ اس کے منہ میں اس قادر ہستی کے ڈالے ہوئے ہیں جس کا دستِ تصرف اس عالم کے ذرہ ذرہ پر کھلے طور پر حکمران ہے۔

غرض خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں قادرانہ پیشگوئیوں اور تحدیوں سے بڑھ کر اس عالم میں اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اور قرآن شریف کی بڑی بھاری خصوصیت اور اسی کتاب کے ساتھ یہ صفت مخصوص ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کے ثبوت نبوت میں اور ثبوت ہستی باری تعالیٰ میں انہی علمی نشانوں کو جو ابدالآباد تک زندہ رہنے والے ہیں اور کسی سائنس اور مادی علم کی طاقت نہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکے دائمی اور ابدی معجزہ قرار دیا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِك۔

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور اپنے لانے والے کی صداقت نبوت اور ہستی باری تعالیٰ کو غیبی مقتدر پیشگوئیوں پر موقوف رکھا ہے اور درحقیقت یہی ایک علمی معجزہ ہے جو قرآن کریم کے دعووں اور دلائل کے درخت کو ہر زمانہ میں علوم جدیدہ کے سموم اور صرصر کے مقابلہ میں بے برگ و بے ثمر ہونے سے بچاتا ہے لیکن اس لئے کہ اس کا یہ دعویٰ جو اس نے اپنی نسبت کیا ہے کہ میں مبارک کتاب ہوں یعنی میرے برکات اور ثمرات ہمیشہ زندہ رہیں گے خدائے تعالیٰ نے اس میں یہ خوبی رکھی ہے کہ وہ دعوے یا پیشگوئیاں یا خدا سے مکالمات جو اس نے ان انبیاء کی نسبت بیان کی ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے اس کے حقیقی پیرووں میں وہ علامتیں ہمیشہ پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہر زمانہ میں قرآن شریف کی برکات سے نور حاصل کرنے والوں نے اس زمانہ کے موافق ان باتوں کے ثبوت دیئے ہیں لیکن اس وقت ہم گزشتہ داستانوں کو چھوڑ کر حال کے زمانہ کے ایک خادم قرآن کا ذکر کرتے ہیں جس نے اس علمی اور عقلی زمانہ میں بڑی قوت اور دلیری سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کو وہ تمام معجزات اور طاقتیں اور صفتیں دی گئی ہیں جو تمام انبیاء کی نسبت قرآن شریف میں مذکور ہوئی ہیں۔

ہم قطع نظر ان تمام بلند اور عجیب اور واقعی دعووں کے جو اس انسان کامل نے کئے ہیں اور معاً ان کے بیّن ثبوت دیئے ہیں اس مضمون کے موضوع کے لحاظ سے صرف انہی پیشگوئیوں پر اکتفا کرتے ہیں جن کے مقتدرانہ غیب پر مشتمل ہونے کے سبب سے خدائے تعالیٰ کی ہستی کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ منجملہ اس کے ایک وہ پیشگوئی ہے جو اس زمانہ سے چوبیں پچیس برس پیشتر براہین احمدیہ میں لکھی گئی ہے۔ اور یہ ایسی کتاب ہے جو دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف قوموں اور مذہبوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اور وہ پیشگوئی یہ ہے "يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْق"۔ یعنی لوگ تیرے پاس زمین کی اطراف واکناف سے جوق در جوق آئیں گے تیرے پاس زمین کی ہر طرف سے تحائف اور ہدیے آئیں گے۔ یہ ایک پیشگوئی ہے قریب ہے کہ کوئی شخص محدود اور سرسری نگاہ سے اس کی طرف التفات نہ کرے مگر جب اس زمانہ کے واقعات اور لوازم پیش نظر رکھے جائیں جب مدعی کے منہ سے یہ پرزور لفظ نکلے تو بے اختیار اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ عالم الغیب متصرف عالم خدا کے الفاظ ہیں۔ جن دنوں میں یہ وحی یا غیب کی بات اس کتاب میں لکھی گئی مصنف ایسے گمنامی کے گوشے میں زندگی بسر کر رہا تھا کہ قرب وجوار کے بہت سے لوگ بھی اسے نہ جانتے تھے۔ نہ وہ ان دنوں میں گوشۂ تنہائی کی لذت اور الفت کے سبب سے کسی کو دیکھنا پسند کرتا تھا۔ اور نہ اس نے اپنے گرد و پیش کوئی ایسا دلچسپی کا سامان جمع کر رکھا تھا کہ کسی کے دل میں اس کے دیکھنے کی کشش یا خواہش پیدا ہوتی۔ لیکن بتدریج اس پر ایسا وقت آیا کہ جس نے اس اخبار غیب کو حرفاً پورا کیا اور آج ایک عالم اپنی آنکھوں سے اس کی سچائی کا بے اختیار اعتراف کرتا ہے۔

اس کے مطابق اور مؤید اسی کتاب میں ایک دوسری وحی ہے جو یہ ہے "لا تصعر لخلق الله ولا تسئم من الناس"۔ یعنی خدا کی مخلوق سے تکبر اور تحقیر سے پیش نہ آنا اور خلقت کی کثرت اور ہجوم سے ملول اور دلگیر نہ ہونا۔ اس نادر اور عجیب آواز پر جبکہ اس آواز کا سننے والا اسی وقت حیران ہوتا اور اپنے پاس اس آواز کا مصداق کسی طرح کا موجود نہ پاتا تھا یہ وحی صاف بتاتی تھی کہ یہ شخص ایک وقت میں خلق اللہ کا مرجع و مآب ہو گا۔

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

بغیر کسی کارڈ کے استعمال سے جرمنی میں رہنے والوں کے لئے سستی ٹیلیفون کی سہولت
پاکستان: 55فینی/30 سیکنڈ
آپ کے اپنے گھر کے فون سے۔
ہمارے پاس ٹیلی فون کارڈز بھی موجود ہیں۔
کمیشن پر دس عدد سے زیادہ منگوا سکتے ہیں
Tel: 06233 480056 Fax: 06233 480057
Mobile: 0171 9073453

خطبہ جمعہ

بچوں سے عزت سے پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو

اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے

اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور پھر دس سال کی عمر تک انہیں سختی سے اس پر کاربند کرو

(احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ سے بچوں کے حقوق کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-
فرمودہ ۱۱ر فروری ۲۰۰۰ء بمطابق ۱۱ر تبلیغ ۱۳۷۹ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾۔

(سورة سبا : ۳۸)

اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں جو تمہیں ہمارے نزدیک مرتبہ قرب تک لے آئیں۔ سوائے اس کے کہ جو ایمان لایا اور نیک اعمال بجالایا۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن کو اُن کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے، دوہری جزا دی جائے گی اور وہ بالاخانوں میں امن کے ساتھ رہنے والے ہونگے۔

جو حقوق کے مضامین کا سلسلہ چل رہا ہے اس سلسلہ میں یہ بھی ایک کڑی ہے۔ اور اس کا تعلق زیادہ تر بچوں کے حقوق سے ہے۔ کہیں اس ضمن میں ماں باپ پر جو حقوق ہیں وہ بھی آجاتے ہیں، بعض دفعہ بچوں پر جو حقوق ہیں ان کا بھی ذکر آجاتا ہے مگر ان کو الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اصل زور جو ہے وہ اس بات پر ہے کہ اپنے بچوں کے حقوق ادا کریں۔

اس سلسلہ میں پہلی حدیث ابن ماجہ سے لی گئی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ (ابن ماجہ ۔ ابواب الادب ۔ باب برالوالد)

جو اپنے بچوں سے شروع سے ہی عزت کے ساتھ پیش آتے ہیں ان کے بچے بھی بڑے ہو کر ان کی بھی عزت کرتے ہیں اور باہر دوسروں کی بھی عزت کرتے ہیں اور یہ سلسلہ آگے نسلاً بعد نسلٍ چلتا رہتا ہے۔ اس لئے بچوں کو معمولی اور حقیر سمجھ کر بے وجہ جھڑکنا نہیں چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو ان سے عزت کا سلوک کیا کرو۔

دوسری روایت ترمذی ابواب البر والصلہ سے لی گئی ہے۔ حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد اور پھر اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔ (ترمذی ابواب البروالصلہ باب فی ادب الولد)

الادب المفرد للبخاری سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ "ابرار کو اللہ تعالیٰ نے ابرار اس لئے کہا ہے" یعنی یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہیں "ابرار کو اللہ تعالیٰ نے ابرار اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کیا"۔ اب اس میں بچوں پر جو حق ہے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا اس کا بھی ذکر اکٹھا مل گیا ہے۔ تو "اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ جس طرح تم پر تمہارے والد کا حق ہے اسی طرح تم پر تمہارے بچے کا حق ہے"۔ (الادب المفرد للبخاری باب برّالأب لولده)

یہ روایت سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ سے لی گئی ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب کے دادا رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو پھر دس سال کی عمر تک انہیں اس پر سختی سے کاربند کرو نیز ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ"۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ)

نماز تو انسانی زندگی کی جان ہے۔ نماز نہ ہو تو کچھ بھی رشتہ خدا سے باقی نہیں رہتا۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا تحفہ ہے جو بچوں اور بنی نوع انسان کو پیش کیا گیا ہے، پانچ وقتہ نماز۔ تو اس کی عادت ڈالنے کے لئے بھی بچپن سے تربیت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اچانک بچوں میں یہ عادت نہیں پڑا کرتی۔ اس کا طریقہ آنحضرت ﷺ نے یہ سمجھایا ہے کہ سات سال کی عمر سے اس کو ساتھ نماز پڑھانا شروع کرواور پیار سے ایسا کرو۔ کوئی سختی کرنے کی ضرورت نہیں، کوئی مارنے کی ضرورت نہیں، محبت اور پیار سے اس کو گراؤ۔ اس کو عادت پڑ جاتی ہے۔ دراصل جو ماں باپ نمازیں پڑھنے والے ہوں ان کے سات سال سے چھوٹی عمر کے بچے بھی نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ہم نے تو گھروں میں دیکھا ہے اپنے نواسوں وغیرہ کو بالکل چھوٹی عمر کے ڈیڑھ ڈیڑھ، دو دو سال کی عمر کے ساتھ آ کے تو نیت کر لیتے ہیں اور نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کو اچھا لگتا ہے دیکھنے میں، خدا کے حضور اٹھنا، بیٹھنا، جھکنا ان کو پیارا لگتا ہے اور وہ ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ نماز نہیں، محض ایک نقل ہے جو اچھی نقل ہے۔ لیکن جب سات سال کی عمر تک بچہ پہنچ جائے تو پھر اس کو باقاعدہ نماز کی تربیت دو۔ اس کو بتاؤ کہ وضو کرنا ہے، اس طرح کھڑے ہونا ہے، قیام و قعود سجدہ وغیرہ سب اس کو سمجھاؤ۔ اس کے بعد وہ بچہ اگر دس سال کی عمر تک، پیار و محبت سے سیکھتا رہے پھر دس اور بارہ کے درمیان اس پر کچھ سختی بے شک کرو کیونکہ وہ کھلنڈری عمر ایسی ہے کہ اس میں کچھ معمولی سزا، کچھ سخت الفاظ کہنا یہ ضروری ہوا کرتا ہے بچوں کی تربیت کے لئے۔ تو جب وہ بلوغ کو پہنچ جائے، بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے پھر اس پر کوئی سختی کی اجازت نہیں۔ پھر اس کا معاملہ اور اللہ کا معاملہ ہے اور جیسا چاہے وہ اس کے ساتھ سلوک فرمائے۔ تو انسانی تربیت کا دائرہ یہ سات سال سے لے کر بلکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے پہلے سے بھی شروع ہو جاتا ہے، بارہ سال کی یعنی بلوغت کی عمر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد بھی تربیت تو جاری رہتی ہے مگر وہ اور رنگ ہے۔ انسان اپنی اولاد کا ذمہ دار بارہ سال کی یعنی بلوغت کی عمر تک ہے۔

ایک روایت عمر بن ابی سلمہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور آنحضرت ﷺ کی گود میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرا ہاتھ کھانے کی پلیٹ میں ادھر ادھر چلا جاتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "بیٹا اللہ کا نام لے، داہنے ہاتھ اور اپنے سامنے سے کھانا کھا"۔ (صحیح بخاری کتاب الاطعمہ باب التسمية على الطعام والأكل باليمين)

یہ کھانے کے آداب بھی بچپن سے ہی بچوں کو سکھانے ضروری ہیں۔ یہ بچے کا حق ہے ماں باپ کے اوپر کہ اس کو ایک تو یہ سکھایا جائے کہ جو سامنے ہے وہی کھائے اور ہر طرف کھانے میں ہاتھ نہ مارتا پھرے اور دوسرے ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرے۔ یہ بسم اللہ کی عادت بھی اگر بچپن میں نہ ڈالی جائے تو پھر بعد میں پڑنی بہت مشکل ہے۔ اس لئے بچپن ہی سے بسم اللہ کی عادت ڈالنا یہ بہت ہی ضروری ہے۔ اور 'اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا'۔ کہتے ہیں میں نے اس نصیحت کو پلّے باندھ لیا اور ساری عمر پھر کبھی پلیٹ میں ادھر ادھر ہاتھ نہیں دوڑائے اور جو میرے سامنے ہوتا تھا وہی کھاتا تھا اور دائیں ہاتھ سے کھاتا تھا اور بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تھا۔ بسم اللہ پڑھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بسم اللہ سے کھانا حلال ہو جائے گا بلکہ محض اللہ کو یاد کرنا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہمیں یہ سب کچھ عطا ہوا ہے، اس کی نعمتیں ہیں۔ بعض لوگوں کو بسم اللہ پڑھنے کی ایسی عادت ہوتی ہے کہ وہ شراب پر بھی بسم اللہ پڑھ

لیتے ہیں۔ تو شراب ان کی بسم اللہ سے مسلمان نہیں ہو سکتی۔ نہ اس بسم اللہ کا ان کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے بلکہ گستاخی ہے یہ بسم اللہ۔ کئی دفعہ سیاسی لوگوں سے مجھے واسطہ پڑا ہے بچپن میں، جوانی میں اور میں نے خود دیکھا ہے ایک صاحب کو، اب اس کا نام بتانا مناسب نہیں وہ اپنے لیڈر کو کہہ رہا تھا، وہ اس کو شراب پیش کر رہا تھا۔ وہ اس کو کہہ رہا تھا سائیں بسم اللہ کرو، بسم اللہ کرو۔ کہ پہلے تم بسم اللہ کرو، شروع کرو پھر میں بھی شروع کرتا ہوں۔ اب جو مرضی بزرگ بنتے پھریں میں نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ میں صحیح بیان کر رہا ہوں۔

ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ کی ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حسن بن علی (اپنے نواسے) کو چوما تو پاس بیٹھے اقرع بن حابس تمیمی نے کہا کہ میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں نے کسی کو کبھی نہیں چوما۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته)

بچوں کو چومنا اور بچوں کو پیار دینا یہ سنت ہے۔ مگر اتنا پیار نہیں دینا چاہئے کہ وہ ان کے لئے وبالِ جان بن جائے اور اسی طرح جب اپنے بچوں پر پیار آتا ہے تو دوسرے بچوں پر بھی پیار آنا چاہئے۔ یہ محض ناجائز خیال ہے کہ اپنے بچوں کو تو پیار کرو، دوسروں کو نہ کرو۔ بچہ معصوم خود پیار چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے بچوں کو بھی پیار دیتے تھے اور دوسرے بچوں کو بھی پیار دیا کرتے تھے اور بچپن سے پیار دینا بھی بچوں کی تربیت کے لئے بڑا ضروری ہے۔

ایک اور روایت الادب المفرد للبخاری سے ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے رحم کا سلوک کرتے ہو؟ اس پر اس نے جواب دیا: جی حضور۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اللہ تم پر اس سے بہت زیادہ رحم کرے گا جتنا تم اس بچے پر کر رہے ہو۔ وہ خدا ارحم الراحمین ہے"۔ اللہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (الادب المفرد للبخاری باب رحمة العیال)

ایک اور روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے کہ میں نے فاطمہؓ سے بڑھ کر شکل و صورت، چال ڈھال"۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر شکل و صورت، چال ڈھال" اور گفتگو میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جب کبھی حضورؐ سے ملنے آتیں تو حضورؐ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر چومتے، اپنے بیٹھنے کی جگہ پر ان کو بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور ملنے کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ حضورؐ کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر حضورؐ کو بٹھاتیں۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی القیام)

بخاری کتاب الزکوٰۃ سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک غریب عورت میرے پاس آئی جس نے اپنی دو بچیاں اٹھا رکھی تھیں۔ میں نے ان کو تین کھجوریں دیں۔ اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کھجور کھانے کے لئے اپنے منہ میں ڈالنے لگی لیکن یہ کھجور بھی اس کی بیٹیوں نے مانگ لی۔ اس پر اس نے اس کھجور کے جسے وہ کھانا چاہتی تھی دو حصے کئے اور دونوں کو ایک ایک حصہ دے دیا۔ مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند آئی اور میں نے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت واجب کر دی۔ یا یہ فرمایا کہ اس (شفقت) کی وجہ سے اسے آگ سے آزاد کر دیا۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرة)

تو بچوں سے پیار کرنا یہ محض اپنے قلبی جذبات کا اظہار ہی نہیں بلکہ اللہ کو بچے اتنے پیارے ہیں کہ ان سے پیار بھی اللہ کو پیارا لگتا ہے۔ اب ماں نے اپنے طبعی جذبے سے ان بچیوں کے لئے قربانی دی لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ایسی ماؤں پر جو بچپن سے بچوں سے محبت کا سلوک کرتی ہیں ان پر جہنم حرام کر دی جاتی ہے۔

ایک دوسری روایت کا ترجمہ یہ ہے۔ ابورافع بن عمرو الغفاری کے چچا سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا تو انصار کی کھجوروں پر پتھر مار مار کر پھل گرایا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے جو ہماری کھجوروں کو پتھر مارتا ہے اور پھل گراتا ہے۔ چنانچہ مجھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے پوچھا "اے لڑکے تو کیوں کھجوروں کو پتھر مارتا ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "تاکہ میں کھجوریں کھا سکوں"۔ فرمایا "آئندہ کھجور کے درخت کو پتھر نہ مارنا ہاں جو پھل گر جائے اسے کھا لیا کر"۔ پھر آپؐ نے میرے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور دعا دی کہ "اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَہٗ" کہ اے میرے اللہ! اس کا پیٹ بھر دے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۱ مطبوعہ بیروت)

اس روایت میں کئی ایسی باتیں ہیں جو ہمارے لئے نصیحت ہیں۔ ایک تو یہ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اس بچے کو خود پکڑ کر مارا نہیں۔ یہ بھی ایک بہت ہی ضروری عادت ہے کیونکہ اگر دوسرے بچے کو پکڑ کر مارا جائے تو اس سے تو بہت خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بہت بڑے فسادات کی جڑ یہ بیماری ہے۔ کسی بچے کو شرارت کرتے دیکھا تو بجائے اس کے کہ اس کے ماں باپ تک بات پہنچائیں اس وقت پیار سے روک دیں، خود ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں بڑے بڑے فسادات برپا ہو جاتے ہیں۔ تو صحابہ کی یہ عادت نہیں تھی۔ جانتے تھے کہ کون بچہ ہے لیکن اس کی شکایت آنحضرت ﷺ کے پاس کی اور حضور اکرم ﷺ نے بھی بڑے پیار سے اس سے پوچھا تو اس کے اس جواب پر کہ میں کھجوریں کھا سکوں اس لئے کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پتھر نہ مارو۔ جو خود بخود نیچے گر جائے اس کو کھا لیا کرو۔ اب بظاہر اس روایت کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض روایات سے ایک تضاد سا دکھائی دیتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پھل اگر گر بھی جائے تو مالک کی اجازت کے بغیر نہیں کھانا۔ اور اس میں ہے کہ وہ کھا لیا کرو۔ دراصل یہ بات لوگ بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تو سب صحابہ مالک ہی سمجھتے تھے اور آپ کا اجازت دینا ان سب کا اجازت دینا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ حضور کے لفظ کو سن کر وہ فدا نہ ہوں اور اپنا ہی معاملہ سمجھیں۔ پس اس بچے کو جو اجازت دی گئی یہ رسول اللہ ﷺ کا بھی اپنے صحابہ پر کتنا اعتماد تھا۔ جانتے تھے کہ یہ مجھ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور مجھے باپ سے بھی بڑھ کر سمجھتے تھے۔

ایک روایت صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام سے لی گئی ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر جھانکا اور فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں میں بارش کی طرح گر رہے ہیں۔

ایک انسان اونچی جگہ کھڑا ہو تو وہ زیادہ دور تک دیکھ سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ٹیلے پر چڑھنا یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آنحضور ﷺ آنے والی نسلوں کو بھی دیکھ رہے تھے۔ یعنی آپ کی نگاہ دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور یہ بنیادی حکمت کی بات ہے۔ یہ نظر انداز نہیں کرنی چاہئے۔ ورنہ اس حدیث کی سمجھ نہیں آئے گی اور یوں لگے گا جیسے صحابہ پر فتنے نازل ہو رہے تھے اور ان کے گھروں میں بارش کی طرح گر رہے تھے۔ ہرگز نہیں۔ مراد یہ ہے کہ آئندہ ایسی نسلیں آنے والی ہیں جن کو اپنے بچوں کی صحیح تربیت کی توفیق نہیں ملے گی۔ ان پر بارش کی طرح فتنے نازل ہوں گے۔ اور یہ حدیث آج کل اطلاق پا رہی ہے۔ آج کل بچوں کی تربیت میں وہ کوتاہیاں کی جا رہی ہیں جن کے نتیجہ میں پھر ان کے لئے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت جابر بن سَمُرۃ کی ترمذی کتاب البرّ والصِّلۃ میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنا صدقہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔

صدقہ دینا تو بہت اچھا ہے مگر اولاد کی تربیت سے لامتناہی سلسلہ صدقات کا شروع ہو جاتا ہے۔ اچھی تربیت والی اولاد جو آئندہ کے لئے نیکی کا موجب بنتی ہے وہ صدقہ دیتی ہے اور اس کی اولاد آگے اولاد اور یہ محبت کا سلسلہ نسلاً بعد نسل چلتا ہے۔ پس یہ معنے ہیں کہ ایک صدقہ تم دے دو وہ تو وہیں رک جائے گا مگر اولاد کی تربیت اچھی کرو گے تو اولاد تمہارے لئے ایک صدقہ جاریہ ثابت ہو گی۔

• ایک حدیث سنن ابی داؤد سے لی گئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس کی ایک بیٹی ہو پھر وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، نہ ہی اس کی تذلیل کرے اور اپنے (دیگر) بچوں کو یعنی لڑکوں کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الأدب)

زندہ درگور کا تو اب وقت نہیں رہا مگر زندہ درگور روحانی معنوں میں لوگ کر دیا کرتے ہیں۔ اپنی بچیوں کی بدتربیت کے ذریعہ یا ان کی تربیت سے غافل رہنے کی وجہ سے عملاً ان کو زندہ درگور ہی کر دیتے ہیں۔ پس یہ حدیث بھی پرانے زمانہ پر صرف اطلاق نہیں پاتی اس زمانہ پر بھی اطلاق پا رہی ہے۔ "وہ نہ ہی اس کی تذلیل کرے"۔ بہت سی بچیاں شکایت کرتی ہیں کہ ہمارے ماں باپ بڑی ذلت سے ہم سے سلوک کرتے ہیں، حقیر جانتے ہیں۔ اور وہ اس کی وجہ سے نفسیاتی مریضہ بن جاتی ہیں۔ اور عمر بھر ان کو یہ روگ لگ جاتا ہے تو ماں باپ کو اپنے بچوں سے بھی بہت پیار کا سلوک کرنا چاہئے۔ بعض دفعہ اگر کسی کے بیٹیاں ہی ہوں اور بیٹا نہ ہو تو جو بدخلق والا ہے وہ بیوی کو بھی طعنے دیتا رہتا ہے اور بچی کو بھی۔ تو یہ بہت ہی گندی رسمیں ہیں جو بدبختی سے ہمارے ملک میں بہت پائی جاتی ہیں۔ یہ شکر ہے کہ کم سے کم یورپ اور انگلستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ گندگی نہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس نصیحت پر خوب غور کریں کہ 'نہ ہی اس کی تذلیل کرے'۔ اور اگر

Earlsfield Properties

Landlords & landladies

Guaranteed rent

your properties are urgently required

Tel: 0181-265-6000

لڑکے ہوں تو لڑکیوں کو اس پر ترجیح نہ دے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمادے گا۔

ایک حدیث مسلم کتاب البرّ و الصلۃ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائیں تو قیامت کے روز مَیں اور وہ اکٹھے آئیں گے (اس پر) حضورؐ نے اپنی انگلیوں کو باہم بھینچ کر دکھایا کہ اس طرح اکٹھے ہونگے۔

اب یہاں دو ہوں یا چار ہوں یہ بحث نہیں مگر دو کی تربیت میں ایک کی تربیت کے علاوہ کیا بات ہے۔ جب دو کا ذکر فرمایا گیا یا دو سے زیادہ ہوں تو مطلب یہ ہے کہ دو بچیاں ایک دوسرے سے نمونہ پکڑتی ہیں اور اگر بڑی بچی کی اچھی تربیت ہو تو دوسری کی بھی ساتھ ہی صحیح تربیت ہو جاتی ہے اور دونوں کی تربیت پر ماں باپ کو متوجہ ہونا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنی بچیوں کی تربیت بہت پیار سے کرتے تھے اور بہت اچھی تربیت کرتے تھے تو گویا آپ کا اسوہ انہوں نے اپنا لیا۔ اس پہلو سے فرمایا ہے کہ جنت میں مَیں اور وہ اس طرح دو جڑی ہوئی انگلیوں کی طرح ہونگے۔

ابن ماجہ ابواب الادب سے یہ روایت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا مَیں تمہیں بہترین صدقہ کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ تمہاری مطلقہ یا بیوہ بیٹی جس کا تمہارے سوا اَور کوئی کمانے والا نہ ہو اس کی ضروریات کا خیال رکھنا بہترین صدقہ ہے۔

(ابن ماجه ابواب الادب باب برّ الوالدو الاحسان الی البنات)

اب یہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کی نصیحت ہے۔ کئی لوگ اپنی مطلقہ یا بیوہ بیٹیوں کا خیال نہیں کرتے مگر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سب سے زیادہ تمہارے صدقہ یعنی تمہاری طرف سے حسن و احسان کی محتاج ہیں اور حقدار ہیں۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھنا بہترین صدقہ ہے۔ ایک طرف تو یہ نصیحت ہے ماں باپ کو کہ وہ اپنی مطلقہ اور بیوہ بیٹیوں کا بھی خیال رکھیں ان پر ہر طرح سے خرچ کریں۔ اور دوسری طرف پاکستان سے بعض بچیاں شکایت کرتی ہیں جو بالکل برعکس معاملہ ہے۔ ایک بچی نے بڑا ہی دردناک خط لکھا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ میں تو بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہوں اور ماں باپ میری کمائی کھا رہے ہیں اور میری کمائی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور یہ دیکھیں کتنا بڑا ظلم ہے۔ بالکل برعکس معاملہ ہے۔ بجائے اس کے کہ اپنی بچیوں کو پالیں جو ضرورت مند ہوں وہ الٹا ان کی کمائی پر بیٹھے براجمان ہیں اور ان کی کمائیاں کھا رہے ہیں اور یہ دیکھتے نہیں کہ ان کی زندگی خراب ہو رہی ہے۔ مستقبل خراب ہو رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقل دے۔ ایسے لوگ واقعۃً ملتے ہیں آج کل بھی۔ کسی بچی نے مجھے لکھ دیا لیکن ہر بچی مجھے لکھا تو نہیں کرتی۔ مگر ایسے ماں باپ بہت ہیں دنیا میں۔

ایک سنن ابوداؤد میں روایت ہے حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور بیان کیا کہ اس کے والد نے اُس کی شادی کی ہے اور یہ شادی اُسے ناپسند ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اُسے اختیار دیا (کہ وہ چاہے تو اس نکاح کو قائم رکھے اور اگر چاہے تو اسے ردّ کردے)۔ (سنن ابی داؤد باب فی البکر یزوجها ابوها و لایشارها)

یہ بھی ایک خرابی ہے جو آج کل بھی جاری ہے اور مجھے کل پرسوں ہی ایک بچی کا خط آیا کہ میرے ماں باپ نے زبردستی جرمنی میں میری ایک جگہ شادی کی ہوئی ہے اور غالباً اس خیال سے کہ میں غیر ملک میں چلی جاؤں گی اور بہت خوش رہوں گی۔ لیکن میرا دل بالکل نہیں مان رہا۔ دعا استخارہ کرتی ہوں لیکن طبیعت میں بے حد تردّد ہے۔ تو وہ مجھ پر زبردستی کر رہے ہیں۔ میں نے اصلاح و ارشاد کو لکھا ہے کہ فوری طور پر توجہ کریں۔ کوئی حق نہیں ہے ماں باپ کا اپنی بیٹیوں کی مرضی کے خلاف شادی کرنا۔ پوری تحقیق کرنی چاہئے اور اکثر ماں باپ کو جب سمجھایا جاتا ہے تو اللہ کے فضل سے وہ سمجھ بھی جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تو منگنی چھوڑ نکاح کا بھی ایک ذکر کیا ہے کہ اگر نکاح بھی ہو چکا ہو تو پھر بھی اس کو اختیار ہے چاہے تو رد کردے، چاہے تو قبول کرے۔

ابن ماجہ ابواب الادب باب برّ الوالد میں مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ ہمارے بعض رواجوں کے مطابق بعض لوگوں میں خاص طور پر یو۔پی۔ میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ بچوں سے عزت سے پیش آتے ہیں۔ ان کو آپ کر کے مخاطب کرتے ہیں اور یہ ایک رسم وہاں چلی ہوئی ہے مگر ہے بہت پیاری رسم۔ بچوں کو اگر آپ نہیں کہہ سکتے تو کم سے کم پیار سے تو مخاطب کریں۔ ان کے دل میں یہ خیال ہو کہ میرا احترام ہے اور یہی احترام پھر آگے جا کر آپ کے لئے ان کے دلوں میں پیدا ہوگا۔

ترمذی ابواب البرّ و الصّلۃ میں مروی ہے کہ حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد اور پھر اپنے دادا کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہو۔ وہ ساری عمر اس کے کام آئے گا۔ مال و دولت دینا، دعا کرنا وہ تو اس نیت کے ساتھ کہ اس کے حق میں بہتر ہو کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں میں ہے 'دے ان کو عمر و دولت'۔ مگر وہ دولت جوان کے پاؤں کی جوتی ہو وہ دولت ان پر سوار نہ ہو جائے۔ پس اس پہلو سے بچوں کے لئے دولت مانگنا بھی ٹھیک ہے مگر اس نیت کے ساتھ کہ وہ دولت بچے آگے خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے ہوں۔

ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر ابن الخطاب رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ابرار کو اللہ تعالیٰ نے ابرار اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ جس طرح تم پر تمہارے والد کا حق ہے اسی طرح تم پر تمہارے بچے کا حق ہے۔

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیاری پیاری نصیحتیں تھیں جو سیدھا دل میں گڑ جاتی ہیں۔ دل سے نکلتی ہیں دل میں اتر جاتی ہیں۔ سادہ لفظ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی نصیحت کا یہ انداز ہے کہ تھوڑی سی باتوں میں بہت سی باتیں کہہ جاتے ہیں اور غوطہ لگا کر اس کے اندر چھپے ہوئے موتیوں کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ تو اس پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی احادیث پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی غور کیا اور اس میں چھپے ہوئے موتیوں کو نکال کر ہمارے سامنے اس کو آسان کر کے پیش کر دیا۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک قول ہے کہ میں بچہ تھا، جوان ہوا، اب بوڑھا ہو گیا۔ میں نے متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ تو کئی پشت تک رعایت رکھتا ہے"۔

یہ بات بھی ایسی ہے کہ جس کو جماعت احمدیہ میں ہر گھر میں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بہت سے غریب ماں باپ بے حد قربانیاں کرنے والے وہ اللہ کے حضور حاضر بھی ہو چکے ہیں اور ان کی اولادیں دنیا میں بڑے بڑے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔ خدا تعالیٰ نے غریبوں کی اولادوں میں اتنی دولت دی ہے کہ ان کو سمجھ نہیں آتی کہ خرچ کیسے کریں۔ بہرحال اکثر وہی ہیں جو خدا کی راہ میں ہی خرچ کرتے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جو بات ہے یہ حضرت داؤد کی زبور سے لی ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے تو سات پشتوں تک پھر بھوکا مرتے نہیں دیکھا۔ تو اچھی تربیت کریں اور دولت کے لئے بے شک دعا کریں مگر اس شرط کے ساتھ جو میں نے بیان کی ہے اور یقین رکھیں کہ خدا متقیوں کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا۔ اس کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو"۔ (ملفوظات جلد ۸ صفحه ۱۰۹)

ایک اور روایت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بیان کرتے ہیں:

"پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں"۔

یہ جو فرمایا ہے کبھی نہیں دیکھا گیا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اولاد کی بے انتہا خواہش، جاہلانہ خواہش رکھتے ہیں۔ ان کا ذکر فرما رہے ہیں ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا عمل اور آپ کے صحابہ کا عمل بالکل برعکس تھا اس بات سے کہ وہ اپنی اولاد کے نیک چلن کے بارہ میں بالکل بے پرواہ ہوں۔ پس 'کبھی نہیں دیکھا گیا' سے یہ مراد نہیں کہ ایسے نیک لوگ نہیں ہوتے جو اولاد کی اچھی تربیت نہیں کرتے۔ پھر یہ بھی فرمایا: 'نہ کبھی انکے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں"۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا سلوک تو یہ تھا کہ اپنی اولاد کے پیدا ہونے سے پہلے بھی ان کے لئے دعائیں کی ہیں۔ بہت پہلے سے دعائیں شروع کی ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں کی تھیں تو کہاں حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ، کہاں رسول اللہ ﷺ۔ کتنا فاصلہ ہے سالوں کا مگر وہ دعائیں دیکھو کیسی قبول ہوئیں۔ پس اپنی اولاد کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کے لئے دعا کیا کرو۔ فرمایا:

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھادیتے

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 0181-553-3611

ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں .... یادرکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اَقْرَب تعلقات کو نہیں سمجھتا، جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ یعنی خدا تو ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے۔ اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عبادالرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہو گا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے"۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۳۵ صفحہ ۱۰ تا ۱۲۔ ۲۴/ستمبر ۱۹۰۱ء)

وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا سے مراد یہ ہے کہ آگے نسلاً بعد نسلٍ متقی پیدا ہوتے چلے جائیں۔ ان کا پیشوا بن جائیں۔ امام جو سب سے آگے ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان معنوں میں امام تھے کہ آپ کے بعد نسلاً بعد نسلٍ آپ کی نیکیاں جاری رہنی تھیں۔

پھر فرماتے ہیں:

"جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے، بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیّئات رکھنا جائز ہو گا"۔ یعنی نیک باقیات نہیں بلکہ بد باقیات۔ "لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہو گا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ میں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بنادے۔ تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہو گی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہو گی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔ لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑی نامور اور مشہور ہو اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے"۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۵ صفحہ ۱۰ تا ۱۲۔ ۲۴/ستمبر ۱۹۰۱ء)

سب سے ضروری بات اس نصیحت میں یہی ہے کہ ماں باپ جو اولاد کے لئے دعائیں بھی کرتے ہونگے، خواہش بھی رکھتے ہونگے کہ نیک ہوں۔ اگر خود نیک نمونہ نہ دکھائیں، گھر میں دنگا فساد ہو، گندی زبان ہو تو بچوں کو گھر کے دباؤ میں رہنے کے نتیجہ میں اگر وہ عادت نہ بھی پڑے یعنی وہ عادت ماں باپ کے سامنے ننگی نہ ہو مگر باہر جائیں گے تو چھپ کر پھر گالیاں دیں گے۔ ماں باپ یہی سمجھتے ہیں کہ ان کی تربیت اچھی ہو رہی ہے، ہم ان کو دبا کر رکھ رہے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ بچہ ماں باپ کے اندرونے کو سمجھتا ہے۔ اگر ماں باپ بچے کے ساتھ وہ سلوک کریں جو دل سے چاہتے ہیں تو پھر خود بھی ویسا بنیں۔ جب خود ویسا بنیں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے بچوں کو پھر نیک بناتا ہے اور انہی نیکیوں کے ساتھ وہ جوان ہوتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اولاد کا فتنہ بھی بہت سخت ہوتا ہے۔ اکثر لوگ مجھے گھبرا کر خط لکھتے رہتے ہیں کہ آپ دعا کریں کہ میری اولاد ہو۔ اولاد کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ بعض نادان اولاد کے مر جانے کے سبب دہریہ ہو جاتے ہیں۔ بعض جگہ اولاد انسان کو ایسی عزیز ہوتی ہے کہ وہ اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا شریک بن جاتی ہے۔ .... بعض بچے چھوٹی عمر میں مر جاتے ہیں تو وہ ماں باپ کے واسطے سلب ایمان کا موجب ہو جاتے ہیں"۔ (ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۸۴)

پھر فرماتے ہیں:

"ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور ہمارا اس میں کچھ تعلق نہیں اور ہم بھی خدا تعالیٰ کا مال ہیں۔ جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے ان کو غم نہیں ہوا کرتا"۔ (ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۴۰۹)

پھر فرماتے ہیں:

"دین کی جڑ اس میں ہے کہ ہر امر میں خدا تعالیٰ کو مقدم رکھو۔ دراصل ہم تو خدا کے ہیں اور خدا ہمارا ہے اور کسی سے ہم کو کیا غرض ہے۔ ایک نہیں کروڑ اولاد مر جائے پر خدا راضی رہے تو کوئی غم کی بات نہیں۔ اگر اولاد زندہ بھی رہے تو بغیر خدا کے فضل کے وہ بھی موجبِ ابتلا ہو جاتی ہے۔ بعض آدمی اولاد کی وجہ سے جیل خانوں میں جاتے ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ اولاد کی شرارت کے سبب پابہ زنجیر تھا۔ اولاد کو مہمان سمجھنا چاہئے۔ اس کی خاطر داری کرنی چاہئے۔ اس کی دلجوئی کرنی چاہئے مگر خدا تعالیٰ پر کسی کو مقدم نہیں کرنا چاہئے۔ اولاد کیا بنا سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا ضروری ہے"۔ (ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۹۰)

پھر فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے، گویا بد مزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔ مگر مغلوب الغضب اور سُبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کرلیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے"۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۴)

یہ آخری روایت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملفوظات جلد دوم سے لی گئی ہے۔ اس کے بعد کچھ روایتیں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی اور بعض حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچوں سے سلوک کے بارہ میں ہیں۔ وہ اب وقت نہیں رہا۔ پھر آئندہ خطبہ میں بیان کردیں گے۔ اس روایت کے بعد میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔

"ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے۔ ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کرواتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا"۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵)

یہاں ایک بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ نرمی کے ساتھ اپنے گھر میں بچوں کو شرارتوں سے ٹوکنا ایک ایسی عادت ہے کہ اس کے نتیجہ میں بچے پھر دوسروں کے گھروں میں بھی جا کر شرارتیں نہیں کرتے۔ لیکن بعض ماں باپ عجیب خصلت رکھتے ہیں۔ اپنے گھر میں اپنی چیزوں کے نقصان پر تو ان کو بہت غصہ چڑھتا ہے اور وہ بچوں سے بہت سختی کرتے ہیں۔ مگر وہی بچے جب دوسرے کے گھر جائیں تو ان کی قیمتی چیزیں بھی توڑ پھوڑ کر پھینک دیں تو ان کو روکتے نہیں۔ ایسے ماں باپ کو چاہئے ہی نہیں کہ بچوں کو لے کر دوسروں کے گھروں میں جائیں اور اگر جائیں تو ان کو پکڑ کر اپنے پاس بٹھا کر رکھیں۔ اس وقت کی جو سختی ہے اس کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ نہیں فرما رہے۔ پس اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری نصیحت کے بعد میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں اور جو روایات رہ گئی ہیں ان کو انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں یا کسی اور موقعہ پر پیش کیا جائے گا۔

کتابیں پڑھنے کے بعد لائبریری کو بھیج دیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا:

"افراد سے میں کہوں گا کہ آپ اپنی زندگی میں (اور آپ سے مراد وہ دوست ہیں جنہیں علم کا شوق ہے اور کتابیں خریدتے ہیں) بہت سی کتب ایسی بھی خریدتے ہیں کہ جب پڑھ لیتے ہیں تو ان میں آپ کو دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ پس ایسے دوستوں کو سوچنا چاہئے کہ ایسی کتاب میں ایک ہزار دوسرے آدمیوں کو دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اس واسطے وہ ایسی کتب (خلافت) لائبریری میں بھیج دیں۔ ان کا اپنا شوق تو پورا ہو گیا......"۔

اگر ہماری ساری جماعت اس طرف توجہ کرے اور ساری جماعت سے مراد پاکستان کی جماعت نہیں بلکہ ساری دنیا کی جماعتیں مراد ہیں جن میں کروڑ ڈیڑھ کروڑ سے بھی شاید زیادہ افراد ہوں۔ پس اگر دوست توجہ کریں تو ہمیں سال میں ایک لاکھ کتابیں آسانی سے مل سکتی ہیں"۔

(روزنامہ الفضل ۲۰/مئی ۱۹۹۱ء)

شمالی جرمنی کی گائے کے بہترین گوشت سے تیار شدہ
سلامی اور شنکن
(SALAMI & SHINKEN)
عمدہ کوالٹی اور پورے جرمنی میں بروقت ترسیل کے لئے ہمہ وقت حاضر۔ پیزا (PIZZA) کے کاروبار میں آپ کے معاون
احمد برادرز
خالص گائے کے گوشت سے تیار شدہ سلامی اور شنکن کے خواہشمند حضرات بذریعہ ٹیلیفون فری سروس سے فائدہ اٹھا کر بازار سے بارعایت اور تازہ مال حاصل کرسکتے ھیں
آج ھی رابطہ کیجئے
CH.IFTIKHAR & BROTHERS
TEL: 04504-201 FAX: 04504-202

گھانا (مغربی افریقہ) میں
نئی مساجد کی تعمیر

(عبدالوہاب بن آدم امیر و مشنری انچارج گھانا)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مساجد کی تعمیر کی خاص تحریک کی تھی اور گھانا کو بھی ایک سو مساجد کی تعمیر کا ٹارگٹ ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے اس وقت تک ۴۶ مساجد کی بنیاد رکھی جاچکی ہے جن میں سے ۱۶ مساجد مکمل ہو چکی ہیں۔

ذیل کی تصاویر میں ایک مسجد Yendi نادرن ریجن کی ہے جو کہ نہایت عالی شان دو منزلہ عمارت ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں ایک وقت تک غیر احمدی مسلمان احمدی مسلمانوں کو تبلیغ کی اجازت نہ دیتے تھے۔ حضور ایدہ اللہ کی دعوت الی اللہ کی خصوصی تحریک کے بعد اور عالمی بیعت کے آغاز سے اس علاقہ میں کوشش کی گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں لوگ احمدیت میں شامل ہوئے۔ یہ علاقہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ Dagomba قبیلہ کے پیراماؤنٹ چیف کی Seat بھی اسی شہر میں ہے۔ چنانچہ وسیع مسجد کی تعمیر کا پروگرام بنا۔ اس کی اطلاع جماعت کے ایک نہایت مخلص فرد مکرم الحاج ابراہیم صاحب بونسو کو ہوئی اور انہوں نے ۵۰ ملین سیڈی پیش کئے اور پھر مزید ۵۰ ملین سیڈی پیش کئے۔ اسی طرح ایک اور مخلص اور فدائی احمدی مکرم یوسف احمد ایڈوسائی نے بھی تعمیر میں حصہ لیا اور انہوں نے معمار اور بڑھئی وغیرہ وہاں بھجوائے اور تعمیر کا کام اپنی نگرانی میں کروایا۔

دوسری مسجد اپر ویسٹ ریجن Tumu سے ہے۔ یہ بھی قابل دید مسجد ہے۔

احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تعمیر مساجد کے اس پروگرام کو بہت مبارک فرمائے اور یہ مساجد خدا تعالیٰ کے مخلص اور متقی نمازیوں سے ہمیشہ آباد رہیں۔

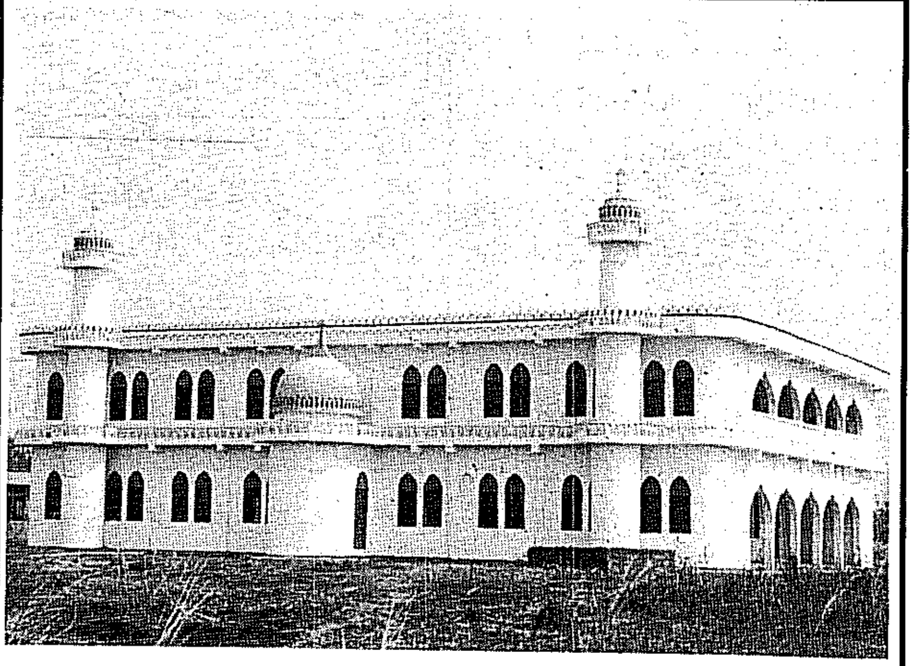

گھانا (مغربی افریقہ میں) نئی تعمیر شدہ دو خوبصورت مساجد

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:
"جو شخص اللہ کی خاطر مسجد تعمیر کرتا ہے اللہ اس کے لئے جنت میں اس جیسا گھر تعمیر کرتا ہے"

تنزانیہ (مشرقی افریقہ) میں
افاکارا کے مقام پر نو مبایعین کا دو روزہ تربیتی جلسہ

(رپورٹ: مبارک محمود، نمائندہ الفضل انٹرنیشنل، تنزانیہ)

حضور پرنور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں تنزانیہ مشرقی افریقہ میں نو مبایعین کی تعلیم و تربیت کے لئے مرکزی اور صوبائی سطح پر جلسے منعقد کئے جا رہے ہیں۔ دوران سال اسی نوعیت کا دسواں تربیتی جلسہ صوبہ موروگورو (Morogoro) میں افاکارا (Ifakara) کے مقام پر ہوا۔

افاکارا، صوبہ موروگورو میں ضلعی صدر مقام ہے۔ جماعتی لحاظ سے یہ بالکل نیا علاقہ ہے۔ جماعت کی مسجد اور معلم ہاؤس کی تعمیر کا کام قریب الاختتام ہے اور نو مبایعین خدا کے فضل سے جذبہ ایمان سے لبریز ہیں۔

تیاری جلسہ اور وقار عمل

یہاں جماعت احمدیہ مسلمہ کی مسجد اور مشن ہاؤس مین روڈ سے 1/3 کلو میٹر ہٹ کر ہے۔ مسجد تک جانے کا راستہ نقشے میں تو موجود تھا مگر تاحال گورنمنٹ کی طرف سے تیار نہیں کیا گیا تھا۔ نو مبایعین نے جلسہ سے قبل 1/3 کلو میٹر کے کھیت ہموار کر کے مسجد تک پہنچنے کے لئے وقار عمل کے ذریعہ کچی سڑک تیار کی۔ دوسرے مسجد کے وسیع پلاٹ کو اچھی طرح صاف کر کے جلسہ کے پنڈال کے لئے تیار کیا۔

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے گزشتہ سال سے جماعت احمدیہ مسلمہ تنزانیہ کی تاریخ میں ایک نئے سنگ میل کا اضافہ ہوا ہے کہ جماعت کے جلسہ جات مسجدوں کے اندر منعقد کرنے کی بجائے کھلی جگہوں اور پلاٹوں میں پنڈال لگا کر منعقد کئے جا رہے ہیں۔ جس سے احباب میں ایک نیا عزم اور جذبہ پیدا ہوا ہے۔ اور جماعت کی تبلیغ میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

افاکارا کا جلسہ بھی مسجد کے ساتھ کھلے میدان میں پنڈال اور لاؤڈ اسپیکر لگا کر منعقد ہوا۔ مکرم ماجد سودی معلم سلسلہ نے اپنی ٹیم کے ساتھ بہت ہی اچھا انتظام کیا۔

پہلا دن، ۲۸/جنوری ۲۰۰۰ء

جلسہ کے لئے مہمان ایک دن قبل ہی پہنچنا شروع ہو چکے تھے۔ جلسہ کا آغاز نماز جمعہ و عصر کے بعد تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ افتتاحی خطاب میں احباب کی خواہش پر "مثیل موسیٰ" کے عنوان پر مکرم مظفر احمد صاحب درانی امیر و مبلغ انچارج تنزانیہ نے خطاب کیا۔ بائبل اور قرآن کی رو سے حضور نبی کریم ﷺ کی آمد و صداقت ثابت کی۔ مکرم امیر صاحب کی تقریر کے بعد دیہی گورنمنٹ کے چیئرمین نے مکرم امیر صاحب کو خوش آمدید کہا۔ احباب جماعت کے اعلیٰ نمونہ اور تعمیر وطن میں جماعت کی شرکت اور خدمت کو سراہا اور احباب جماعت کی بہترین تربیت کرنے پر مکرم امیر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور اپنی طرف سے مکمل تعاون کی یقین دہانی کروائی۔ بعد ازاں مجلس سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا جو نماز مغرب و عشاء کے وقفے تک جاری رہا۔

دوسرا دن، ۲۹/جنوری ۲۰۰۰ء

دوسرے دن کے پروگرام کا آغاز نماز تہجد باجماعت سے ہوا۔ دوسرے دن کے اجلاس میں مکرم عبدالرحمن خان صاحب ریجنل مبلغ سلسلہ اور معلم ماجد سودی اور دیگر نو مبایعین نے تقاریر کیں۔ ان تقاریر کا موضوع نو مبایعین کی تعلیم و تربیت اور مزید نئے افراد کو تبلیغ تھا۔

نماز ظہر و عصر کے بعد مجلس سوال و جواب میں حاضرین نے بڑی بشاشت سے حصہ لیا۔

اختتامی خطاب

مکرم مظفر احمد صاحب درّانی، امیر و مشنری انچارج نے اپنی اختتامی تقریر میں تمام حاضرین و منتظمین کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ جماعت کی حقانیت کو سمجھنے اور سمجھانے کی طرف توجہ دلائی اور غیر احمدی حاضرین کو دعوت ایمان دی، مسلمان ہونے اور بیعت کرنے کا طریقہ بتایا۔

خدا کے فضل و احسان سے آخری اجلاس میں ۲۰۰ سے زائد افراد نے جماعت میں شمولیت فرمائی۔ ان میں سے بعض کو اظہار خیال کا موقع بھی دیا گیا جس میں انہوں نے اپنے قبول احمدیت پر بہت ہی اطمینان کا اظہار کیا۔

حاضری

اس علاقہ میں تمام جماعتیں نئی اور دور دور ہیں۔ تاہم خدا کے فضل سے ۹ جماعتوں سے ۵۴۰ نو احمدیوں نے شرکت کی۔ اس جلسہ کا تمام انتظام اور اخراجات نو مبایعین نے خود ادا کئے۔

دیہی گورنمنٹ کے ممبران کے ساتھ میٹنگ

جلسے کے بعد دیہی گورنمنٹ کے چیئرمین کی درخواست پر مکرم امیر صاحب نے اس کے تمام ممبران کے ساتھ کی میٹنگ کی۔ جس میں انہوں نے جماعت احمدیہ مسلمہ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور اس علاقہ میں نور اسلام پھیلانے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ جبکہ جوابی تقریر میں مکرم امیر صاحب تنزانیہ نے بھی ان کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ جماعت احمدیہ تعمیر وطن اور قیام امن میں گورنمنٹ کے شانہ بشانہ چلے گی۔ اور احباب جماعت کو ہمیشہ محب وطن پائے گی کیونکہ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔ (مینجر)

تحریک پاکستان میں دینی جماعتوں کے کارنامے

(احمد طاہر مرزا - ربوہ)

تحریک پاکستان کے ممتاز کارکن سردار شوکت حیات خان ابن سر سکندر حیات خان کی کتاب "The Nation that lost its soul" کا اردو ایڈیشن "گم گشتہ قوم" کے نام سے جنگ پبلشرز لاہور کی جانب سے دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔ اس خود نوشت سوانح حیات سے چند ایک حقائق ہدیہ قارئین ہیں۔

قائداعظم کے مشن کے لئے دعاگو

۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو انتخابات میں خاصی کامیابی ہوئی۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ارشاد پر مختلف دینی جماعتوں کے سربراہوں کو دعا کی تحریک کی گئی جس کے مختلف ردّعمل سامنے آئے۔ سردار شوکت حیات خان اپنی قادیان جانے کی روئیداد یوں بیان کرتے ہیں:

"ایک دن مجھے قائداعظم کی طرف سے پیغام ملا - شوکت! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جارہے ہو جو قادیان سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب (خلیفہ ثانیؓ۔ ناقل) کو میری درخواست پہنچاؤ کہ وہ پاکستان کے حصول کے لئے اپنی نیک دعاؤں اور حمایت سے نوازیں۔ جلسے کے اختتام کے بعد میں نصف شب تقریباً بارہ بجے قادیان پہنچا تو حضرت صاحب آرام فرمارہے تھے۔ میں نے ان تک پیغام پہنچایا کہ میں قائداعظم کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ وہ اسی وقت نیچے تشریف لائے اور استفسار کیا کہ قائداعظم کے کیا احکامات ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ آپ کی دعا اور معاونت کے طلبگار ہیں۔ انہوں نے جواباً کہا کہ وہ شروع ہی سے ان کے مشن کے لئے دعاگو ہیں اور جہاں تک ان کے پیروکار کا تعلق ہے کوئی احمدی مسلم لیگ کے خلاف انتخاب میں کھڑا نہ ہوگا اور اگر کوئی غداری کرے گا تو وہ ان کی جماعت کی حمایت سے محروم رہے گا۔ اس ملاقات کے نتیجے میں ممتاز دولتانہ نے سیالکوٹ کے حلقے میں ایک احمدی نواب محمد دین کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔ قادیانی لوگوں نے اپنے امیر کے حکم کی بجاآوری میں محمد دین کی بجائے ممتاز کو ووٹ دئے۔ (صفحہ ۱۹۵)

"وہ کیسے ناپاکستان کے لئے دعا کر سکتے ہیں" (مودودی)

سردار شوکت حیات خان ابوالاعلیٰ مودودی صاحب (امیر جماعت اسلامی) سے اپنی ملاقات کی روئیداد یوں بیان کرتے ہیں:

"جب میں پٹھانکوٹ پہنچا تو قائداعظم نے مولانا مودودی سے بھی ملنے کے لئے حکم فرمایا تھا۔ وہ چوہدری نیاز کے گاؤں سے متصل باغ میں رہائش پذیر تھے۔ مولانا بنیادی طور پر دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے جو اس وقت انڈین نیشنل کانگرس کے حامی تھے۔ جب میں نے انہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ وہ پاکستان کے لئے دعا کریں اور ہماری حمایت کریں تو انہوں نے جواباً کہا کہ وہ کیسے ناپاکستان (ناپاک جگہ) کے لئے دعا کر سکتے ہیں۔ مزید برآں پاکستان کیسے وجود میں آسکتا تھا۔ جس وقت تک کہ تمام ہندوستان کا ہر فرد مسلمان نہیں ہو جاتا۔ جماعت اسلامی کے قائد کی یہ بصیرت اور نظریہ تھا۔ پاکستان کے متعلق مولانا مودودی کا رویہ ہمیشہ مخالفانہ ہی رہا۔ بعدازاں یہی مولانا میری مدد کے طلب گار ہوئے کہ انہیں ان کے علاقے کے غیر مسلموں سے بچایا جائے۔ میں اس وقت پنجاب میں وزیر تھا۔ چنانچہ میں نے فوج کی مدد سے انہیں بحفاظت پٹھان کوٹ سے پاکستان پہنچایا۔ پاکستان پہنچنے پر انہوں نے کشمیری مجاہدین کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا کہ موت کی صورت میں شہید نہیں کہلائے جائیں گے بلکہ ان کی موت ایک کتے کی موت کے مترادف ہوگی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی اسلامی ریاست نے جہاد کے لئے اعلان نہیں کیا ہے۔ یہ بیانات پاکستان کے وجود میں آجانے کے بعد مولانا کی جھنجلاہٹ اور آزردگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ حقیقتاً آج ان کی جماعت جو کشمیر میں جہاد کو مقدس جنگ سے تعبیر کر رہی ہے ایک انوکھی سیاسی قلابازی ہے"۔ (صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶)

مودودی ازم - دوغلی پالیسی

اسی طرح جناب شوکت حیات لکھتے ہیں:

"بعدازاں مولانا موذودی نے نام نہاد علماء کے ۳۵ نکات کے حق میں تحریک کی حمایت کرتے ہوئے مسلم لیگ کی کوششوں کو جو ایک آزاد خیال اسلامی مملکت کے قیام کے لئے کوشاں تھی نقصان پہنچانے کی مہم جاری رکھی۔ آج وہ وسط ایشیا کی نئی نئی ریاستوں کے لئے مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ ان کا رویہ پاکستان کے لئے ایک پرانے پنجابی محاورے کے مصداق ہے۔ ہاتھوں سے لگائی ہوئی گرہیں دانتوں سے کھولنا پڑتی ہیں۔ مولانا مودودی کی پارٹی پاکستان کی سیاست میں دخل در معقولات کی مرتکب رہی ہے۔ جبکہ مولانا مودودی کا اصل مشن بہتر مسلمانوں کی تخلیق تھا۔ (صفحہ ۱۹۶)

دیوبندی کانگرسی علماء اور تحریک پاکستان

مصنف "گم گشتہ قوم" رقمطراز ہیں:

"جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے ہمیں ان وجوہات کا علم ہونا چاہئے جن کی بنا پر مسلمانوں نے اپنے لئے علیحدہ مملکت کا قیام ضروری سمجھا۔ بنیادی طور پر مسلمانوں کو انگریزوں کے اقتصادی و معاشی غلبے اور ہندو سود خواروں سے نجات دلانا تھا جنہوں نے مسلمانوں کا استحصال اور خون چوس کر انہیں کمزور کر دیا تھا۔

سب سے پہلے یہ بات ہر ایک کے ذہن میں واضح ہو جانی چاہئے کہ بانیٔ پاکستان نے قرارداد لاہور کے فوری بعد امریکن پریس کو ایک انٹرویو دیا تھا۔ جس میں کہا تھا کہ پاکستان کی حکومت ایک ایسی حکومت نہ ہوگی جس کی مذہبی حکومت کی حیثیت اور نہ ہی ہم ایسی خالص مذہبی حکومت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ بات ۱۹۴۰ء میں کہی گئی جس وقت دیوبند کے بنیاد پرست علماء جیسا کہ مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد پاکستان کی مخالفت میں کانگرس کی رہنمائی کر رہے تھے۔ دوسری طرف عام معروف مذہبی رہنما جیسا کہ مظہر علی اظہر پاکستان کی مخالفت میں اتنا آگے چلے گئے تھے کہ وہ قائداعظم کو کافر اعظم کہنے لگے۔ دوسرے علماء بھی جیسا کہ عطاء اللہ شاہ بخاری اور بہت سے مفتی صاحبان پاکستان کے قیام کی مخالفت میں برسرپیکار تھے۔ آج وہ کس منہ سے پاکستان کو دارالسلام اور صرف اسلام ہی کو اس کی تخلیق کا باعث قرار دے رہے ہیں۔ وہ شاید اس مقولے پر عمل کرتے دکھائی دے رہے ہیں کہ لوگوں کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور وہ ایسے علماء کا کردار بھول چکے ہوں گے جو جنگ آزادی کے دوران پاکستان کے متعلق تھا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا حتی کہ ہمارے ان پڑھ عوام بھی اسے قبول کرنے کو تیار نہیں۔ کوئی انہیں محدود وقت کے لئے گمراہ کر سکتا ہے لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں"۔ (صفحہ ۲۸۳، ۲۸۴)

۱۹۴۶ء تک کسی معروف عالم دین نے تحریک پاکستان میں حصہ نہیں لیا

سردار شوکت حیات خان علمائے دین اور تحریک پاکستان کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں:

"ہمارے ساتھ صرف وہ علماء تھے جو نواب صاحب آف محمود آباد کے دوست اور فرنگی محل سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا غلام مرشد جو خطیب شاہی مسجد لاہور ہماری ہمدردی میں ہمارے ساتھ اس وقت شامل ہوئے جب مجھے پنجاب کیبنٹ سے برطرف کیا گیا تھا۔ دوسرے بڑے عالم مولانا عبدالحامد بدایونی تھے جو مسلم لیگ کے لئے کام کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں چند دوسرے چھوٹے علماء نے بھی ہمارا ساتھ دیا۔ ان علماء کو چھوڑ کر ۱۹۴۶ء تک کسی معروف عالم دین نے تحریک پاکستان میں حصہ نہیں لیا"۔ (صفحہ ۲۸۴)

مقام حیرت ہے کہ آج تمام مذہبی اور سیاسی جماعتیں داعی ہیں کہ ان کے اکابرین تحریک پاکستان کی صف اول میں شامل تھے۔ افسوس! صد افسوس!! دینی جماعتیں بڑھ چڑھ کر مخالف وطن تھیں۔ پاکستان کو اسلام بنیاد پرستی کے لئے نہیں بنایا گیا۔ یہ قائداعظم پر بہتان ہے۔ سردار شوکت حیات خان لکھتے ہیں:

"لہذا آج یہ کہنا کہ پاکستان کو اسلامی بنیاد پرستی کے فروغ کے لئے بنایا گیا تھا قائداعظم پر جھوٹا الزام دھرنے کے مترادف ہوگا۔ اس لئے کہ باقی سب صاحبان مذہب کی اکثریت، کیا پیر، کیا عالم دین، قیام پاکستان کے حمایتی نہ تھے۔ اگر وہ تحریک پاکستان کو تحریک اسلام سمجھتے تھے جیسا کہ وہ آج کہتے ہیں تو پھر انہوں نے اس وقت پاکستان کی حمایت کیوں نہ کی؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ سب لوگ بڑھ چڑھ کر اس تحریک کی مخالفت کر رہے تھے۔ انہوں نے اس تحریک کو نہ اسلامی سمجھا نہ ہندوستان کے مسلمانوں کی بھلائی کا علمبردار تسلیم کیا۔ آج وہ بچوں کے لگائے گئے نعروں کو جیسا کہ پاکستان کا مطلب کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (پاکستان کا مطلب ہے اللہ ایک ہے) کو نعرہ پاکستان کہہ رہے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ یہ نعرہ قائداعظم یا ہم میں سے کسی نے نہیں لگایا۔ اس نعرے کا مطلب بھی غیر واضح ہے۔ خدا تو وہی ہے جو مسلمانوں، ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں کا ہے۔ ہم اسے مسلمانوں کی واحد ملکیت قرار نہیں دے سکتے اور بھی اسی قسم کے بہت سے نعرے تھے جو بچے لگایا کرتے تھے لیکن ہمارے لیڈر یا ہم میں سے کسی نے بھی ایسا نعرہ نہیں لگایا۔ آج مولانا مودودی کی جماعت اور جنرل ضیاء جنہوں نے اپنے آپ کو اسلام کا واحد محافظ قرار دے رکھا تھا کہہ رہے ہیں کہ یہ نعرہ پاکستان کا نعرہ تھا۔ جبکہ جنرل ضیاء نے اسلام کا صرف لبادہ اوڑھ کر اپنے محسن ذوالفقار علی بھٹو کو تختۂ دار پر لٹکا دیا اور اپنے بہت عیوب کی پردہ پوشی کے لئے اختیار کیا۔

اگر میرے قائد کی پاکستان کو ایک مذہبی ریاست بنانے کی خواہش ہوتی تو وہ ایک سچے اور کھرے اور بے لاگ انسان کی حیثیت سے اس کا برملا اظہار کر دیتے۔ ان کی سکیم میں پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان، بنگال اور آسام پاکستان میں شامل تھے۔ ان صوبوں میں ہندو اور مسلمان دونوں بستے تھے۔ وہ اس قسم کا نعرہ کیسے لگا سکتے تھے۔ لہذا ایک ایسا نعرہ جو صرف ایک ہی قوم کے لئے مخصوص ہو۔ ان کے تصور میں بھی نہ آسکتا تھا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے ملک میں تمام قومیتیں بسیں گی اور پاکستان صرف مسلمانوں کی واحد ملکیت نہ ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی کبھی نہ سوچا تھا کہ کسی پلان کے تحت وہ تمام آبادی کا تبادلہ کرلیں گے۔ آج قیام پاکستان کی بہت سی تعبیرات سنائی جارہی ہیں۔ ڈس انفارمیشن پر مبنی یہ مہم اس نام نہاد ۳۵ نکات پر مشتمل کارڈ کی صورت میں پھیلائی گئی جسے پاکستان کے قیام کی بنیاد قرار دیتے ہوئے ۴۹-۱۹۴۸ء میں مطالبہ کیا گیا کہ اسے آئین کا حصہ بنایا جائے"۔

(صفحہ ۲۸۵، ۲۸۶)

اسی طرح آپ لکھتے ہیں:

"کوئی بھی شخص کسی کتاب کی دکان یا کسی تعلیمی نصاب کو جاکر دیکھے تو اسے پتہ چلے گا کہ کس قدر ہم اپنے نوجوانوں کو تحریک پاکستان کی تاریخ اور اپنے نظریہ کی اساس سے آگاہ کرنے میں ناکام رہے۔ سیاستدان، ماہر تعلیم، مؤرخ اور صحافی جس نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا اس نے اور سب سے زیادہ یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتوں نے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی میں برابر کی کوتاہی کی۔ چنانچہ نوجوان اجنبی نظریات پر انحصار کرنے پر مجبور ہوتے ہوئے غیروں کے ہاتھوں مسخ شدہ روایات کی پیروی کرتے ہوئے ان لوگوں کے پیچھے چل پڑے جو پاکستان کے دشمن تھے"۔

(صفحہ ۳۹۸)

"گڈبائی اے خدا! ہم تیرے بغیر ہی ٹھیک ہیں"

(رشید احمد چوہدری)

"Goodbye God, we can get along just fine without you"

'الوداع اے خدا! ہم تیرے بغیر ہی ٹھیک ہیں'

یہ ہیں وہ الفاظ جو روحانیت سے مردہ لوگ ایک عرصہ سے کہتے چلے آئے ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کسی وقت زندہ تھا اور طاقتور تھا۔ اس کی حکمرانی آسمانوں پر تھی اور زمین پر بھی وہ گاہے بگاہے نظر رکھتا تھا۔ وہ خدا اب مر چکا ہے اس لئے اس کو ماننا اور اس سے مدد طلب کرنا بیکار لوگوں کا کام ہے۔ کیونکہ اب وہ کسی کے کوئی کام نہیں آ سکتا۔ چنانچہ اس سال کے شروع میں دنیا کے مشہور انگریزی روزنامہ دی ٹائمز (The Times) نے اپنی ۱۳ر جنوری ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں Ludovic Kennedy کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں وہ لکھتا ہے:

"انگلستان کے چرچ اپنی موت مر رہے ہیں۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ چرچوں کی اس خستہ حالی کے وجوہ داخلی ہیں یا خارجی۔ سوال یہ ہے کہ ہم ان کو قائم رکھنے کی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ خدا مر چکا ہے"۔

مضمون نگار لکھتا ہے:

"یہ سب کچھ گزشتہ صدی کے اوائل سے واضح ہو چکا ہے مگر اس کے باوجود ملک کے بعض مشہور کالم نویس اس کو سمجھ نہیں پائے۔ چنانچہ حال ہی میں William Rees Mogg نے "دی ٹائمز" لندن میں، Melanie Phillips نے سنڈے ٹائمز میں اور چارلس مور نے اور پال جانسن نے Spectator میں متعدد آرٹیکل لکھے جن میں اس بات کا رونا رویا گیا کہ لوگوں کا مذہب کی طرف رجحان کم ہو رہا ہے جس کی وجہ لوگوں کی اخلاقی حالت کا بگڑنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوگوں کو مذہب کی طرف دوبارہ راغب کر دیں تو ہم صحیح راستے پر گامزن ہو سکیں گے۔ Melanie Phillips کہتی ہیں کہ پرانے وقتوں میں لوگ مذہب کی وجہ سے پاکباز زندگی بسر کرتے تھے۔

کینیڈی لکھتا ہے کہ یہ محض فرضی قصے ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب گرجا گھر عبادت کرنے والوں سے بھرے ہوتے تھے اس وقت بھی لوگوں پر ظلم ہوتا تھا۔ ریفرمیشن کے زمانہ تک رومن کیتھولک چرچ ان عورتوں کو جو چرچ کے اصولوں کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتی تھیں جادوگرنیاں قرار دے کر ہزاروں کی تعداد میں زندہ جلا دیا کرتا تھا۔ اسی طرح لوگوں کو چرچ کے باغی قرار دے کر ان پر بے شمار مظالم توڑے جاتے تھے۔ وکٹورین دور میں بھی جب کہ چرچ عبادت کرنے والوں سے بھرے ہوتے تھے لالچی صنعتکار چھوٹے بچوں کو کارخانوں میں ملازم رکھتے اور ان پر بے تحاشا سختی کرتے۔ حالات یہاں تک خراب تھے کہ ایک گز کپڑا چوری کرنے پر ان نوجوانوں کو پھانسی کی سزا دی جاتی تھی۔ اس زمانہ میں راہ چلتے ڈاکے عام تھے اور بعض دفعہ ڈاکو بہت تشدد کرتے تھے۔ اونچی سوسائٹی میں بچوں سے جنسی زیادتی اور عورتوں سے زنا کے واقعات عام تھے مگر ان سے چشم پوشی کی جاتی تھی۔

ان چاروں کالم نویسوں میں سے کوئی ایک بھی اس سوال سے نبرد آزما نہیں ہونا چاہتا کہ آخر کیوں لوگ مذہب سے بیزار ہو گئے یا انہوں نے مذہب کو اپنایا ہی نہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ فی زمانہ اکثر نوجوان بائبل کے ان دعاوی پر یقین نہیں کرتے جن پر عیسائیت کی بنیاد ہے۔ مثلاً یہ کہ جب حضرت عیسیٰ کی ماں نے عیسیٰ کو جنم دیا وہ اس وقت کنواری تھیں۔ یا یہ کہ حضرت عیسیٰؑ پانی پر چلے تھے۔ یا یہ کہ انہوں نے پانی کو شراب میں تبدیل کر دیا تھا۔ یا یہ کہ نہ صرف انہوں نے مردہ Luzarus، جس کے بدن میں کیڑے پڑ چکے تھے کو زندہ کر دیا بلکہ خود بھی مرنے کے بعد زندہ ہو گئے۔

بعض عیسائی مدافعانہ حربہ استعمال کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ ان چیزوں کو ظاہری طور پر نہیں لینا چاہئے بلکہ یہ استعارے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کو لوگوں نے دو ہزار سال تک تو ظاہری طور پر ہی لیا ہے"۔

Ludovic Kennedy لکھتے ہیں کہ ۱۹۵۶ء میں جب مائیکل رمزے (Michael Ramsay) یارک (York) میں آرچ بشپ کے عہدے پر فائز تھا اس نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ زندہ ہو جانا (Resurruction) ایک تاریخی حقیقت ہے اور یہ عیسائیت کی بنیاد ہے۔ یہی عقیدہ آرچ بشپ رنسی (Runsie) اور کیری (Carey) کا تھا اگرچہ ان کے کئی بشپ اس عقیدہ کے متعلق ان سے اختلاف رکھتے تھے۔

وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کو ماننے میں ایک رکاوٹ یہ بھی ہے کہ اب لفظ "خدا" سے کسی کو ڈر محسوس نہیں ہوتا اور لوگ اسے ایک تخیل یا موہوم پیکر سمجھتے ہیں۔ فرائڈ کہتا ہے کہ یہ ایسا خیال ہے کہ پختہ اور عقلمند مردوں اور عورتوں کو اس کی فکر نہیں ہونی چاہئے۔

Ludovic کینیڈی سوال کرتا ہے کہ کیا ان چاروں کالم نویسوں نے جرمن پادریوں Bonhoeffer اور Tillich کا نام نہیں سنا جنہوں نے آج سے قریباً پچاس سال پہلے جرأتمندانہ طور پر یہ تسلیم کیا تھا کہ عیسائی اپنے عقائد کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔

Bonhoeffer جس کو ہٹلر نے ۱۹۴۵ء میں پھانسی دے دی تھی، پھانسی لگنے سے پہلے وہ یہ کہا کرتا تھا کہ انسان اب ذہنی طور پر اتنا پختہ ہو چکا ہے کہ اب وہ خدا کے تصور کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اور اس ضمن میں عیسائیوں کا لوگوں کو برا بھلا کہنا بے معنی ہے۔ اور عیسائی تعلیمات کے بھی منافی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ ہمیں اب نئی قسم کی عیسائیت متعارف کرانی چاہئے جس کا مذہب پر انحصار نہ ہو۔ افسوس کہ اس کے اس خیال کو لوگوں میں زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہوئی۔ اسی طرح Tillich بھی اس بات پر متفق تھا کہ اب "خدا" کا لفظ بے معنی ہو چکا ہے مگر وہ بھی اپنے اس خیال کو لوگوں کے ذہنوں میں جاگزیں نہ کرا سکا۔ اس نے یہ تصور بھی دیا تھا کہ خدا کو ایک خارجی طاقت ماننے کی بجائے اپنے وجود کی گہرائیوں کی ایک لازوال شے سمجھنا چاہئے مگر یہ خیال بھی لوگوں میں مقبول نہ ہوا۔ البتہ وولچ (Woolwich) کے ایک اینگلیکن بشپ جان رابنسن (John Robinson) نے ان لوگوں کے خیالات کو جمع کر کے ۱۹۶۱ء میں ایک کتاب "Honest to God" لکھی جو اتنی مقبول ہوئی کہ اس کی ایک ملین کاپیاں فروخت ہوئیں۔ اس نے Tillich کے اس خیال سے اتفاق کیا کہ خدا کا یہ تصور کہ وہ کہیں باہر ہے یا اوپر ہے اب قابل یقین نہیں رہا۔

Ludovic Kennedy نے حال ہی میں ایک کتاب "All in the mind-A farewell to God" لکھی ہے جس میں خدا تعالیٰ کو ایک بیکار شے قرار دیا ہے۔

(The Times, London- 13th January 2000)

☆......☆......☆

عیسائیت کے بالمقابل اسلام خدا تعالیٰ کو ایک لازوال ہستی کے طور پر پیش کرتا ہے۔

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے، ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔........... میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں، کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ .... خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں ...... سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ ان کا خدا کیا چیز ہے۔ صرف ایک عاجز انسان .... چاہئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے"۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱ تا ۲۲)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا قانون قدرت ہے جو فی زمانہ نہیں چل رہا کہ ہم کہہ دیں کہ اب خدا تعالیٰ کا کنٹرول دنیا پر نہیں رہا یا یہ کہ خدا اب مر چکا ہے۔ کیا نظام کائنات میں کوئی معمولی سا بھی فرق آیا معلوم ہوتا ہے۔ ابھی تو یہ کائنات لامتناہی رازوں سے بھری پڑی ہے۔ اور کسی بڑے سے بڑے سائنس دان نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ خدا تعالیٰ کی کروڑوں اربوں مخلوقات میں سے کسی ایک کا بھید بھی پا سکا ہے۔ ابھی تو انسانی ذہن اس قابل بھی نہیں ہوا کہ ایک کیڑے کا پاؤں تک بنا سکے۔ اس کے باوجود یہ تعلّی کرنا کہ انسان آج کے دور میں اتنا پختہ ذہن ہو چکا ہے کہ اسے اب خدا تعالیٰ کی ضرورت نہیں رہی دیوانگی کی حد ہے۔

سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایده الله تعالیٰ بنصره العزیزنے فرمایا :

ایسے آثار نظر آ رہے ہیں جن سے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اب دشمنوں کے اوپر تلوار کی طرح لٹک رہی ہے اور یہ تلواریں جگہ جگہ گر بھی رہی ہیں مگر ہوش نہیں آ رہی۔ اگر قوم کو ہوش نہ آئے، خدا کی طرف سے کھٹکھٹانے والی چیزیں بار بار دلوں کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہوں، آفات دلوں کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہوں اور ان کو ہوش نہ آئے تو پھر آخری تقدیر جو ہے وہ پھر کلیۃً منہدم کر دیا کرتی ہے، ان کی ساری تدبیروں کو منہدم کر دیا کرتی ہے، ان کی ساری تعمیروں کو منہدم کر دیا کرتی ہے۔ جو خدا کا گھر منہدم کرنے میں فخر کریں ان کے گھر باقی کیسے رہ سکتے ہیں۔ اللہ پکڑ میں دھیما ضرور ہے مگر 'اُمْلِی لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْن' میں مہلت تو ان کو دیتا ہوں مگر میری پکڑ بہت سخت ہے۔ جب بھی ان کے پیمانے بھریں گے اور مجھے تو اب بھرے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں تو پھر وہ جو خدا کے گھر کے دشمن تھے، خدا کے گھر مٹانے کے درپے تھے، ان کے گھر ضرور مٹائے جائیں گے اور مٹائے جا بھی رہے ہیں اور ان کو سمجھ نہیں آ رہی......"۔ (خطبہ جمعہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۹۸ء)

کیا آپ نے الفضل انٹرنیشنل کا سالانہ چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟ اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں ادائیگی فرما کر رسید حاصل کر لیں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع فرمائیں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر کا حوالہ ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینجر)

بقیہ: خدا کی ہستی از صفحہ نمبر ۴

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب اس خبر غیب کی سچائی کے اتنے گواہ ہیں کہ جن کا گننا نہایت مشکل ہے۔

پھر اس زمانہ میں اس کتاب میں ایک اور وحی درج ہوئی جس نے بڑی صفائی اور قوت کے ساتھ ان تمام انقلابات اور فتن کی خبر دی جو مدتوں سے عجیب ترتیب سے اس شخص کی زندگی میں واقع ہوئی۔

اسی طرح امرتسر کے مقام میں عیسویت کے ایک بڑے نامی زعیم اور وکیل کے ساتھ مباحثہ کرنے کے بعد جبکہ علمی رنگ میں اسلام کی سچائی کے دلائل کے بیان کرنے سے فارغ ہو چکا یہ پیشگوئی کی کہ خدائے عالم الغیب اور قادر نے مجھے اطلاع دی ہے کہ سچا مذہب ہونے اور بانیٔ اسلام کے منجانب اللہ ہونے اور خدائے اسلام کے حیّ و قیوم و قادر مطلق ہونے کا ثبوت اور عیسویت کے مردہ مذہب اور بے برکت ہونے اور یسوع مسیح کے ایک ضعیف اور بیکس انسان ہونے اور خدائی صفات میں اس کے قطعاً حصہ دار نہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ میرا حریف مقابل پندرہ مہینے کے عرصہ میں بشرطیکہ اس اثناء میں حق کی طرف رجوع نہ کرے اس جہان سے رخصت ہو جائے گا۔ یہ بڑی دلیری اور قوت کی بات ہے جو مسلمان اور عیسائیوں کے ایک بڑے مجمع میں روز روشن میں کی گئی۔ اس وقت ان الفاظ کی عظمت اور ہیبت جو سامعین کے قلوب پر طاری ہوئی اس کا صحیح اندازہ حاضرین کے سوا دوسرا شخص کم کر سکتا ہے۔ اگرچہ اس وقت بھی بعض ایسے دل تھے جو ان الفاظ کی قوت اور متکلم کی جمعیت باطن اور متانت ظاہری اور وجاہت کو مطالعہ کر کے یقین کر اٹھے کہ یہ الفاظ ایک ضعیف بے علم اور محدود الطاقت انسان کے نہیں ہو سکتے مگر آخرکار ہر ایک موٹی اور باریک نظر کے سامنے بدیہی طور پر اس پیشگوئی کا نظارہ واقع ہوا۔

اس پیشگوئی میں اصل مغز اور سِر اور مقصود ایک شخص کی موت تھی جو انسانی علم اور قیاس اور حدس سے بالاتر پیشگوئی تھی۔ لیکن محدود اور کم اندیش عقلوں کے نزدیک پھر بھی اس دعوے میں ایک التباس ممکن تھا کہ کوئی شخص یہ قیاس کرتا کہ پیشگوئی کرنے والا ایک حاذق طبیب ہے اور حریف مقابل گو بالفعل چست و چالاک ہے مگر بوڑھا ہے اس لئے نہایت قرین قیاس ہے کہ بعض آثار اور قرائن سے جو کسی علم کی بنا پر پیشگوئی کرنے والے کے نزدیک بیّن ہوں اور دوسروں کے نزدیک مخفی یہ دعویٰ کیا گیا ہو۔ مگر اس دوسری شق نے جو ایک الگ اور ایسی ہی زبردست پیشگوئی تھی۔ یہ ثابت کر دیا کہ یہ ساری باتیں خدائے عالم الغیب کی طرف سے تھیں۔

ایک شخص کی نسبت جو ایک مذہب کا مسلم وکیل اور ساری عمر اس کی طرف سے غیر قوموں کے ساتھ بحث کرنے والا اور اپنی قوم میں دیانت اور امانت اور اتباع مذہب میں مشہور تھا۔ اس کی نسبت یہ دعویٰ کرنا کہ ہلاکت تو بہرحال اس کے لئے مقدر ہے اور وہ ضرور مرے گا مگر ایک وقت اس اثناء میں اس کی زندگی میں ایسا بھی آئے گا کہ اس سچائی کا جو اس کے مقابل مدعی نے اپنے پرزور پر تحدّی الفاظ میں اس کے سامنے پیش کیا ہے اس پر رعب پڑے گا اور وہ برخلاف اپنے عقیدے کے اپنے ایمان میں متزلزل اور متردد ہو کر ایک خام شکی کی طرح بزدل ہو جائے گا اور اس انسان خدا پر جسے وہ الفا اور میگا کہتا تھا اس کا ایمان نہ رہے گا۔ اس لئے وہ چند دن کے لئے اس سزائے موت سے بچ رہے گا۔ چنانچہ آخرکار اس لمبی دوڑ میں جو عجیب نظاروں کے ساتھ واقع ہوئی یہ ثابت ہو گیا کہ اس نے اس استقامت اور استقلال سے جو عیسوی مذہب پر ایمان اور انسان خدا پر توکل کرنے کے سبب سے اسے چاہئے تھی اپنے تئیں بالکل بے بہرہ ثابت کر دیا۔ اس نے دوست دشمن پر اپنی سرگردانیوں اور پریشانیوں اور شہر بشہر نقل مکان کرنے اور کسی طرح بھی کسی اپنے حامی و ناصر سے تسلی نہ پانے سے ثابت کر دیا کہ اس کے دل پر اس پیشگوئی کی سچائی نے بڑے زور سے پنجہ مارا تھا۔ آخرکار چونکہ وہ اصل سچائی کے اختیار کرنے سے جو اس طرح پر دائمی اور مستقل اور برہنہ طور پر ایمان لانا تھا محروم رہا خدا کی پیشگوئی کی سچائی پر دشمنوں نے پردہ ڈالنے کے لئے بہت کوشش کی۔ جبکہ انہوں نے اپنے ضمیروں اور واقعات کے خلاف یہ مشتہر کیا کہ اس نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا۔ یعنی وہ عیسویت پر ایمان اور توکل میں مستقیم الحال رہا مگر پیشگوئی کرنے والے نے جو غیبی طاقتوں سے معمور تھا ان بے دلیل دعووں کے مقابل پر سکوت اختیار نہ کیا۔ اس نے پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ یکے بعد دیگرے چار اشتہار دئے جن میں ایک ہزار سے چار ہزار تک روپے کا انعامی وعدہ تھا۔ اس شرط پر کہ عبداللہ آتھم جو اس پیشگوئی کا نشانہ تھا ایک مجمع میں کھڑا ہو کر بقسم کہہ دے کہ اس نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اس سے دو باتیں حاصل ہو نگی۔ ایک یہ کہ پیشگوئی کرنے والے کی مسلّم اور مشہور وجاہت اور اس کے تمام دعاوی ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جائیں گے اور معاً اسے زرِ کثیر کے نقصان کا متحمل ہونا پڑے گا۔ لیکن عبداللہ آتھم جو اپنی بساط اور کائنات سے پورا واقف تھا قسم کھانے اور میدان میں نکلنے کی جرات نہ کر سکا اور یوں ان تمام الفاظ کی سچائی پر اور خدا کی ہستی کے ثبوت پر ابدی مہر لگا دی۔

ایک اور واقعہ جو ملک پنجاب اور ہندوستان میں باوجود سات برس کے گزرنے کے اب تک ہزارہا کانوں میں زندہ اور تازہ گونج رہا ہے یہ ہے کہ آریہ قوم میں ایک شخص لیکھرام نے جو اسلام کے خلاف بڑی تیز زبانی اور بیباکی سے بولتا تھا اس خدا کے نبی سے درخواست کی کہ اگر اس کا دعویٰ سچا ہے اور وہ خدا سے ہم کلام ہوتا ہے اور اسلام سچا مذہب ہے تو اسے بھی دکھایا جائے۔ میرزا غلام احمد نبی اللہ نے عالم الغیب قادر مطلق خدا کی طرف توجہ کی۔ خدا نے فرمایا کہ یہ شخص چھ برس کے عرصہ میں عذاب اور سختی کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ ممکن تھا کہ کوئی رحمت اور فضل کا نشان ایسے موقعہ پر دیا جاتا جو اس شخص کے لئے حق کی طرف ہدایت کا موجب ہوتا۔ مگر اس شخص کی ثابت شدہ سنگدلی اور بدزبانی اور دلآزاری جزائے مطابق کی سنت کے طور پر تقاضا کرتی تھی کہ اس کے وجود کے ذریعہ سے ایسا ایک نشان ظاہر ہو جو طبائع پر ایک زلزلہ اور رعب ڈال دے۔ آخر جبکہ مقررہ میعاد کے گزرنے میں بہت تھوڑا عرصہ باقی رہ گیا تھا آریہ سماج کا مشہور، قوی، مضبوط الجثہ اور تیس برس سے کچھ اوپر عمر کا نوجوان لیکھرام لاہور میں ٹھیک اسی طرح مارا گیا جس طرح پیش گوئی کے حرف دعویٰ کرتے تھے۔ جاننے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ خدا کے کلام میں جو اس شخص کی نسبت نازل ہوا اس کی بھیانک موت، وقت موت اور طرز موت کا ایک عرصہ پہلے وہی نظارہ دکھایا گیا تھا جسے وقوعہ کے وقت حاضر اور ناظر لوگوں نے مشاہدہ کیا۔ چنانچہ پیشگوئی کے ان اشعار میں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ۔

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمدؐ
الا اے منکر از شان محمدؐ
ہم از نور نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
• بیابنگر ز غلمانِ محمدؐ

بترس از تیغ بران محمد میں ایک ہاتھ کی تصویر دی گئی ہے جس کی انگشت سبابہ اشارہ کرتی ہے اس عنوان کی طرف "لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی"۔ اس شخص کی موت نے آریہ سماج کے گھروں میں وہ ماتم اور شیون برپا کیا جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ تمام پنجاب میں اِس طرف سے اُس طرف تک ایک شور پڑ گیا اس لئے نہیں کہ وہ ایک آریہ سماج کا ممبر تھا بلکہ اس لئے کہ وہ آریہ سماج کے جدید مذہب اور تازہ جوشوں اور نئے دعووں کا لانظیر حامی اور مؤید اور مجسم تصویر تھا۔ آریہ سماج کو اس بات کے احساس سے بہت تکلیف دی کہ ان کے مذہب کے مخالف غلام احمد نبی اللہ کی پیشگوئی کے مطابق لیکھرام کا مرنا ان کے مذہب کی خوفناک ذلت اور کمزوری کا باعث تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کے قتل کے بعد قاتل کی تلاش میں ان تمام انسانی زوروں اور ذریعوں کو استعمال کیا جو ایک طاقتور اور نودولت قوم ایسے موقعہ پر کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ رحمدل اور فیاض گورنمنٹ نے بھی ان کی مدد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ قاتل کا کوئی سراغ نہ لگا۔ اگرچہ گورنمنٹ اور پھر انگلش گورنمنٹ جو رعایا کے حالات کے جاننے میں تمام دنیا کی گورنمنٹوں سے زیادہ باخبر اور تیزبین ہے اور گورنمنٹ خوب جانتی تھی اور جانتی ہے اور اس بات کے لئے اس کے پاس کافی ذریعے ہیں کہ میرزا غلام احمد علاوہ اس کے کہ ایک مسلم پاک زندگی بسر کرنے والا بے شر انسان تھا جس کا دعویٰ اور نیا دعویٰ یہ تھا کہ وہ عالم میں پاکیزگی، امن اور صلح اور خدا سے سچا تعلق اور بنی آدم سے پاک محبت پھیلانے کے لئے مامور ہوا ہے اس کا خاندان یعنی اس کا باپ اور بھائی گورنمنٹ کے نزدیک وفادار اور جانثاری میں مسلم تھے اور اسکے لئے گورنمنٹ کو اس خوفناک قتل کے متعلق شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ اس کا بانی مرزا غلام احمد صاحب ہو سکتے ہیں لیکن ظاہری قانون کی پابندی یا ایک حکام کے استغاثہ کی تائید نے گورنمنٹ کو مرزا غلام احمد صاحب کی خانہ تلاشی کی طرف متوجہ کیا ۔ ناگہاں ایک دن ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس مع اپنے ماتحت افسروں کے قادیان میں آیا اور مرزا صاحب کے تمام کاغذات اور کتابیں جہاں جہاں پڑی تھیں بڑی محنت سے ان کی پڑتال کی جس سے غرض یہ تھی کہ شاید اس قتل کے متعلق کوئی پہلی تجویز کردہ خط و کتابت یا سوچے ہوئے منصوبے کی اطلاع مل جائے مگر سچائی نے ان افسروں کو بڑی صفائی سے اپنا پلہ پاک کر کے دکھایا۔

ممکن ہے کہ کسی ناواقف اور غور نہ کر سکنے والے دل میں یہ شبہ گزرے یا اب تک قائم ہو کہ یہ خفیہ قتل مرزا صاحب کے اشارے سے ہوا ہو اور جیسا کہ کبھی کبھی ہوتا ہے اسباب تحقیق و تفتیش کی عدم تکمیل کے سبب سے اس امر کی پردہ براندازی نہ ہو سکی ہو۔ لیکن یہ ملاحظہ اس شبہ کو بڑی صفائی سے رد کرتا ہے جب دیکھا جائے کہ مرزا صاحب کے گرد و پیش کون لوگ رہتے ہیں ان کے تمام امور میں خواہ جلوت کے متعلق ہوں خواہ خلوت کے اگر کچھ مداخلت اور مشاورت ممکن ہو سکتی ہے تو کن لوگوں کی ہے۔ ایک گروہ ایسا ہے کہ جو زمانہ کا پورا مزاج شناس خوب سرد و گرم سے واقف نئی تعلیم کی معراج پر پہنچا ہوا گہری نگاہ سے دیکھنے والوں، ہر ایک امر کو تنقید اور تحقیق کی محک پر کسنے والے، بی۔اے، ایم۔اے تک ڈگری یافتہ نوجوانوں کا ہے۔ ایک گروہ بوڑھے سن رسیدہ خدا کے لئے یا سچائی کے لئے، سچائی کے سیکھنے اور سچائی کی حمایت کے لئے دولت جاہ اور دنیوی وجاہت کو چھوڑ کر نہایت غربت اور خاکساری میں زندگی بسر کرنے والوں کا ہے ان کے چال چلن دوست اور دشمن میں بے داغ، بے عیب اور معروف ہیں ۔ان کے علم اور فعل

نان ——— نان ——— نان

ہمارے آٹومیٹک پلانٹ پر حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق اعلیٰ اور معیاری نان تیار کئے جاتے ہیں
اور پلاسٹک کی فلم میں seal کئے جاتے ہیں۔ شادی بیاہ اور فیملی پیک پر خاص رعایت۔
برطانیہ اور یورپ میں ڈسٹری بیوٹرز کی ضرورت ہے۔ فری نمونہ کے لئے رابطہ کریں

Shalimar Foods

Tel: 01420 488866 ——— Fax: 01420 474999

اور تقویٰ اور دیانتداری اور راستبازی کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ سچ کے لئے جان اور مال اور آبرو کا دینا انہیں آسان سے آسان ہے اور باطل اور جھوٹ ان کے نزدیک ہر مکروہ شے سے زیادہ مکروہ ہے۔ رات دن قرآن شریف کی تعلیم اور اشاعت میں سرگرم ہیں۔ ایسا ہی مختلف جنسوں اور مذاقوں کے لوگ جن کا درحقیقت ایک ہی مقصد سچائی کو دیکھنا اور سچائی کو حاصل کرنا ہے اس جگہ بیٹھے ہیں۔ ان مختلف طبقوں کے لوگوں کو بڑے وثوق سے یہ یقین ہے کہ اُن پر مدعی نبوت کی زندگی کا پبلک اور پرائیویٹ حصہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ انہیں بصیرت سے یہ یقین ہے کہ ان کے سوا مرزا صاحب کی تدبیروں اور تجویزوں کو عملدرآمد میں لانے کا اگر کوئی ممکن آلہ ہو سکتا ہے تو وہی ہیں۔ بایں ہمہ یہ سب لوگ اپنی عزت، اپنی جان، اپنے مال، اپنے خدا کے لئے اس ذوق اور ایمان سے بھرے ہوئے ہیں اور ہر وقت اور موقع میں شہادت دینے اور دینے کو تیار ہیں کہ لیکھرام کی موت کی پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کے منہ میں عالم الغیب قادر مطلق خدا نے دی اور وہ آخرکار اسی طرح پوری ہوئی جس طرح تمام راستبازوں کی باتیں پوری ہوا کرتی ہیں۔ وہ اس بات پر بلا تذبذب ایمان رکھتے اور دلائل اور قرائن سے اپنے ایمان کی پختگی اور صحت پر ناز کرتے ہیں کہ ان کی احمدی قوم میں سے کوئی فرد اس قتل کا مرتکب نہیں ہوا۔ اگر پیش گوئی کی طرف سے اس کے الفاظ سے صراحت سے یا کنایت سے یا اس کے اعمال و افعال سے کسی قسم کی بو اس کارروائی کے متعلق انہیں محسوس ہوتی تو سب سے پہلے اس سلسلہ اور اس کے بانی کو سخت نفرت سے چھوڑنے والے وہی ہوتے۔ اس لئے کہ اس انسان کو انہوں نے راستبازی اور سچ کی خاطر قبول کیا تھا اور اس راہ میں جو قربانیاں ممکن ہو سکتی تھیں انہوں نے اپنے ہاتھوں سے دی تھیں۔

غرض خدا کی ہستی کے ثبوت کے لئے اخبار غیب کی پیشگوئیوں سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں اور یہ عزت اور فخر صرف قرآن کو حاصل ہے کہ جیسا شروع میں اس کے لانے والے نے اپنے منجانب اللہ ہونے کے لئے ان علمی اور بیّن ثبوتوں پر اپنا مدار کار رکھا تھا اب تک وہی بابرکت سلسلہ زندہ موجود ہے۔ منجملہ خدا کی ہستی کے ثبوتوں کے ایک یہ بات ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے بڑی قوت اور تحدی سے دنیا میں شائع کی ہے کہ قریب نوّے برس تک اس کی عمر ہوگی اور اس اثناء میں اس کی آنکھیں اور اس کے مفاصل ان ناتوانیوں اور تباہیوں سے محفوظ رہیں گے جو عادتاً ایسے اوقات میں بوڑھوں پر نازل ہوا کرتی ہیں۔ یہ دعویٰ متفرق کتابوں میں صاف صاف لفظوں میں مشتہر کیا گیا ہے۔ بڑی خوبصورتی اس پیشگوئی کی اس وقت معلوم ہوتی ہے جب یہ دیکھا جاوے کہ مدعی کی جسمانی حالت دعووں کے وقت مادی نگاہ میں کس قسم کی ہے یہ بات تمام واقفوں پر روشن ہے کہ دو بیماریاں اس شخص کے ساتھ ہمیشہ لازم رہتی ہیں۔ ایک بیماری جسم کے اوپر کے حصہ یعنی سر سے تعلق رکھتی ہے جس کے شدید جوش کے وقت برد اطراف کا غلبہ ہوتا ہے کہ گرم کیا ہوا لوہا بھی جسم پر لگانے سے بے اثر ثابت ہوتا ہے۔ دوسری بیماری جسم کے حصہ زیریں سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ ہے پیشاب کی کثرت اور ہضم کا اپنے اعتدال پر نہ رہنا۔ یہ دو مرضیں اس قسم کی ہیں کہ عام انسان ان میں مبتلا ہو کر بہت تھوڑی زندگی پاتے ہیں لیکن بایں ہمہ ایک شخص بڑی قوت سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا نے مجھ کو کہا ہے کہ میں تجھے حیات طیبہ کا شرف بخشوں گا اور تو اتنی لمبی عمر میں ارذل عمر کے نشانوں میں سے کوئی نشان نہ دیکھے گا۔ یہ دعویٰ بلا تکلف ثابت کرتا ہے کہ وہ اس توانا ہستی کی طرف سے ہے جس کی حکومت کا جوا طوعاً و کرہاً ہر ایک ذرّہ عالم نے گردن پر اٹھا رکھا ہے۔ ورنہ اگر عرف اور عادت میں ایسا دعویٰ کرنے کی کسی عام منہ کو جرأت ہو سکتی ہے تو اس کی نظیر بتاؤ۔ ایک اور بڑی دلیل ثبوت ہستی باری تعالیٰ پر یہ ہے کہ کوئی مامور مرسل جذام، برص، صرع، نابینائی، فالج اور ایسے خبیث امراض و اسقام میں مبتلا نہیں ہوا جو عرف میں لوگوں کے تنفر اور کراہت کا باعث ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ اگر یہ لوگ ایسے گھناؤنے امراض میں مبتلا ہوتے تو وہ اصلاح عالم کا کام جس کے لئے وہ آئے تھے کبھی پورا نہ کر سکتا۔ اور یہ امراض ہی ان کی تکذیب کے لئے کافی دلیل ہو جاتے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ان امراض کے ذرات یا کیڑوں میں تعقل اور تمیز کا مادہ ہے جس کی وساطت سے وہ افراد انسانی پر حملہ کرنے کے وقت ایسی کھلی تفریق کرتے ہیں۔ یہ تو صحیح نہیں۔ پھر اس امر کے ماننے کے سوا کیا چارہ ہے کہ اس عالم پر ایک بصیر اور خبیر اور علیم اور لطیف ہستی حکمران ہے جس کی گورنمنٹ ممیّز گورنمنٹ ہے۔ درحقیقت یہ تمیز ہی بڑا نشان ہے اس قادر کے وجود کا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

(ماخوذ از ریویو آف ریلجنز جلد ۳ نمبر ۷ جولائی ۱۹۰۴ء)

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پراز جاں نثار
ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انسان پرستی کو کوئی عزّ و وقار
آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار
(درثمین)

THOMPSON & CO SOLICITORS
We are pleased to announce that we are moving to our
new premises
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Contact
Anas Khan
Tel: 020 8333 0921 / 020 8488 2156
Fax: 020 8871 9398

بقیہ: اداریہ از صفحہ نمبر ۲

سے جن نکالا کرتا تھا۔ اور یہ بڑا معجزہ اس کا شمار کیا گیا ہے جو محققین کے نزدیک ایک ہنسی کی جگہ ہے۔ آج کل کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ مرض صرع ضعف دماغ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یا بعض اوقات کوئی رسولی دماغ میں پیدا ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ کسی اور مرض کا یہ عرض ہوتی ہے لیکن ان تمام محققین نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ اس مرض کا سبب جن بھی ہوا کرتے ہیں .... مسیح کے کسی معجزہ یا طرز ولادت میں کوئی ایسا اعجوبہ نہیں کہ وہ اس کی خدائی پر دلالت کرے۔ اسی امر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح کی ولادت کے ذکر کے ساتھ یحییٰ کی ولادت کا ذکر کر دیا تا معلوم ہو کہ جیسا کہ یحییٰ کی خارق عادت ولادت ان کو انسان ہونے سے باہر نہیں لے جاتی ایسا ہی مسیح ابن مریم کی ولادت اس کو خدا نہیں بناتی .... مسیح ہرگز کسی بات پر قادر نہیں تھا۔ صرف ایک عاجز انسان تھا اور انسانی ضعف اور لاعلمی اپنے اندر رکھتا تھا۔ اور انجیل سے ظاہر ہے کہ اس کو غیب کا علم ہرگز نہیں تھا کیونکہ وہ ایک انجیر کے درخت کی طرف پھل کھانے گیا اور اس کو معلوم نہ ہوا کہ اس پر کوئی پھل نہیں ہے۔ اور وہ خود اقرار کرتا ہے کہ قیامت کی خبر مجھے معلوم نہیں۔

پس اگر وہ خدا ہوتا تو ضرور قیامت کا علم اس کو ہونا چاہئے تھا۔ اسی طرح کوئی صفت الوہیت اس میں موجود نہیں تھی اور کوئی ایسی بات اس میں نہیں تھی کہ دوسروں میں نہ پائی جائے۔ عیسائیوں کو اقرار ہے کہ وہ مر بھی گیا۔ پس کیسا بد قسمت وہ فرقہ ہے جس کا خدا مر جائے۔ یہ کہنا کہ پھر وہ زندہ ہو گیا تھا کوئی تسلی کی بات نہیں۔ جس نے مر کر ثابت کر دیا کہ وہ مر بھی سکتا ہے اس کی زندگی کا کیا اعتبار؟" ۔(نسیم دعوت)

آپؑ نے فرمایا:

"ایسا خدا کس کام کا جو ایک انسان کی طرح جو بڈھا ہو کر بعض قویٰ اُس کے بیکار ہو جاتے ہیں۔ امتدادِ زمانہ کی وجہ سے بعض قویٰ اس کے بھی بیکار ہو گئے۔ اور نیز ایسا خدا کس کام کا کہ جب تک ٹکٹکی سے باندھ کر اس کو کوڑے نہ لگیں اور اس کے منہ پر نہ تھوکا جائے اور چند روز اس کو حوالات میں نہ رکھا جائے اور آخر اس کو صلیب پر نہ کھینچا جائے تب تک وہ اپنے بندوں کے گناہ نہیں بخش سکتا۔ ہم تو ایسے خدا سے سخت بیزار ہیں جس پر ایک ذلیل قوم یہودیوں کی جو اپنے حکومت کھو بیٹھی تھی غالب آ گئی۔ ہم اس خدا کو سچا خدا جانتے ہیں جس نے ایک مکہ کے غریب و بے کس کو اپنا نبی بنا کر اپنی قدرت اور غلبہ کا جلوہ اسی زمانہ میں تمام جہانوں کو دکھایا"۔(چشمہ مسیحی)

آپ نے بتایا کہ:

"اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینہ قانون قدرت اور صحیفۂ فطرت سے نظر آ رہا ہے۔ اسلام نے کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نور قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کر رہا ہے"۔(حجۃ الاسلام)

آپ نے ببانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ:

"زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔ زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلاواسطہ مُلہِم کر سکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلاواسطہ مُلہَم کو دیکھ سکیں۔ سو میں تمام دنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔ وہ مردے ہیں نہ خدا جن سے اب کوئی ہمکلام نہیں ہو سکتا۔ اس کے نشان نہیں دیکھ سکتا"۔

آپؑ نے مزید فرمایا:

"میں ہر ایک کو کیا عیسائی، کیا آریہ، کیا یہودی اور کیا برہمو اس سچائی کے دکھلانے کے لئے بلاتا ہوں۔ کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا زندہ خدا ہے۔ وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے الہام اور کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔ اگر دنیا کے اُس سرے سے اس سرے تک، کوئی عیسائی طالبِ حق ہے تو ہمارے زندہ خدا اور اپنے مردہ خدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے"۔

(تبلیغ رسالت جلد ششم)

حضور علیہ السلامؑ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ "ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گرے گی اور اس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا"۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ:

"اندھے مخلوق پرستوں نے اس بزرگ رسولؐ کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسولؐ شناخت کیا جائے۔ چاہو تو میری بات لکھ رکھو کہ اب کے بعد وہ مردہ پرستی روز بروز کم ہو گی یہاں تک کہ نابود ہو جائے گی۔ کیا انسان خدا کا مقابلہ کرے گا؟ کیا ناچیز قطرہ خدا کے ارادوں کو ردّ کر دے گا؟ کیا فانی آدم زاد کے منصوبے الٰہی حکموں کو ذلیل کر دیں گے؟ اے سننے والو! سنو! اور اے سوچنے والو! سوچو اور یاد رکھو کہ حق ظاہر ہوگا اور وہ جو سچا نور ہے چمکے گا"۔(تبلیغ رسالت جلد ششم)

سو آج جب ہم عیسائی فضلاء و محققین کے ایسے مضامین پڑھتے ہیں جن میں تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح جیسے باطل عقائد سے بیزاری کا ذکر ہوتا ہے تو دل میں بے اختیار خدا کے اس پاک اور برگزیدہ مسیح محمدی کے لئے درود و سلام جوش مارتا ہے جس نے کسر صلیب کے فریضہ کو ایسی جوانمردی سے ادا کیا اور ہمارے لئے اسلام کی حقانیت اور زندہ خدا پر زندہ اور کامل یقین کی راہیں روشن کیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی عَبْدِكَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم اور دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیر انتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ اردو یا انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں میں رسائل بھجوانے والوں سے درخواست ہے کہ براہ کرم اہم مضامین اور اعلانات کا خلاصہ اردو یا انگریزی میں بھی ارسال فرمایا کریں۔ رسائل ذیل کے پتہ پر ارسال فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST,6 HARDWICKS WAY,
LONDON SW18 4AJ U.K.

حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب بھیرویؓ

ماہنامہ "انصاراللہ" جون ۱۹۹۹ء میں حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب بھیرویؓ کے بارہ میں ایک مختصر مضمون مکرم نصراللہ خان ناصر صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

حضرت حافظ صاحبؓ ۱۸۷۸ء میں مولوی چراغ دین صاحب آف بھیرہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپؓ کی ولادت ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ آپؓ کا خاندان اہل حدیث تھا اور اس وجہ سے ان کی سخت مخالفت کی جاتی تھی۔ حافظ صاحبؓ کی ابتدائی تعلیم قرآن کریم کے حفظ سے شروع ہوئی۔ آپؓ اتنے ذہین تھے کہ دو سال میں ہی قرآن کریم حفظ کرلیا۔ پھر سرکاری مدرسہ میں چند سال تعلیم حاصل کی اور پھر لاہور کے میو سکول آف آرٹس میں ۱۹۰۵ء تک انجینئرنگ کی تعلیم پائی اور اسی سال محکمہ نہر میں ملازم ہوگئے۔

لاہور میں تعلیم کے دوران ہی آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کا اشتہار پڑھا تو حضورؑ سے ایک عشق کا تعلق پیدا ہوگیا۔ بعد میں بیعت کا اصل ذریعہ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت حکیم فضل الدین صاحبؓ کی صحبت اور شاگردی بنی۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء میں جب آپؓ بھیرہ میں تھے تو ایک رؤیا کے ذریعہ آپؓ پر حق روشن ہوگیا اور آپؓ نے قادیان جاکر حضرت اقدسؑ کی بیعت کی سعادت حاصل کرلی۔ آپؓ کا خاندان اس سے پہلے ہی داخل احمدیت ہوچکا تھا۔ تاریخ بھیرہ میں آپؓ کا سن بیعت ۱۸۹۱ء درج ہے۔

بیعت کے وقت آپؓ لاہور میں تعلیم حاصل کررہے تھے۔ جب بھی آپؓ کو موقع ملتا تو قادیان آجاتے۔ بارہا رات کو بٹالہ پہنچ کر پیدل چلتے ہوئے صبح فجر کی نماز کے وقت قادیان پہنچ جاتے۔

آپؓ کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہیں۔ تاہم پہلے آپؓ سرکاری ملازمت میں اوورسیئر تھے، پھر میو سکول آف آرٹس لاہور میں انسٹرکٹر مقرر ہوئے۔ بعد میں افریقہ بھی چلے گئے۔ آخری عمر میں حیدر آباد دکن میں رہائش اختیار کرلی۔ وہیں ۱۹۲۵ء میں وفات پائی اور تدفین ہوئی۔

آپؓ کو دعوت الی اللہ کا جنون تھا۔ رات کو گھر کی چھت پر چڑھ کر باآواز بلند تقاریر کرتے تھے۔ آپؓ کے ذریعے بہت سے لوگوں کو قبولِ احمدیت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

اردو کی خودنوشت سوانح عمریوں میں احمدی احباب کا ذکر

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳۰؍جون ۹۹ء میں "اردو کی خودنوشت سوانح عمریوں میں شامل بعض احمدی احباب کا ذکر"، مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

اگرچہ بیسویں صدی کے آغاز سے جماعت احمدیہ کا نام مختلف انداز سے اردو ادب میں شامل رہا ہے۔ مثلاً سر رضا علی اپنی خودنوشت سوانح "اعمال نامہ" میں علی گڑھ سکول کے ماحول کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"علی گڑھ میں مختلف فرقوں کے طلباء کے تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ سنی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد کا کوئی سوال نہ تھا...... احمدی فرقہ نیا نیا تھا جس کے بارہ میں ہم طالبعلموں کو صرف اتنا علم تھا کہ اس کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آریوں کے مقابلہ میں ناموس اسلام قائم رکھنے میں مشغول و مصروف ہیں"۔

اسی طرح منفرد ناول نگار عبدالحلیم شرر اپنے ایک ناول میں ایک احمدی کے کردار کا ذکر کرتے ہیں کہ جب وہ احمدی بطور گواہ کسی کے سامنے پیش ہوا تو اُس کے بارہ میں سب نے گواہی دی کہ یہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی کا پیروکار ہے اسلئے اس کے سچ بولنے میں کوئی شبہ نہیں۔

لیکن بعض خودنوشت سوانح میں احمدی احباب کا ذکر اُن کا نام لے کر کیا گیا ہے، مثلاً:-

☆ صاحبِ اسلوب شاعر، ادیب اور صحافی جناب عبدالمجید سالک صاحب کی سرگذشت میں بہت سے احمدی احباب کا ذکر موجود ہے۔ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب، محترم چودھری محمد ظفراللہ خانصاحب، قاضی محمد اسلم صاحب، عبدالرحیم درد صاحب، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے علاوہ انہوں نے اپنے برادر اکبر اور اپنے والد محترم کا بھی ذکر کیا جو احمدی تھے۔ اسی طرح بعض احمدی احباب کے ارتحال پر انہوں نے تعزیتی شذرے بھی لکھے۔ ان میں حضرت نواب محمد علی خانصاحب، حضرت حکیم عبیداللہ بسمل صاحب اور حضرت حکیم عبدالعزیز خاں صاحب (طبیہ عجائب گھر والے) شامل ہیں۔

☆ جناب دیوان سنگھ مفتون نے اپنی کتاب "ناقابل فراموش" میں دو احمدی احباب کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے۔ ایک میجر حبیب اللہ شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل اور دوسرے گیانی عباداللہ صاحب۔ محترم شاہ صاحب کے بارہ میں وہ لکھتے ہیں:-

"یہ بزرگ بہت شریف، دیانتدار اور مذہبی خیال کے بزرگ تھے۔ قادیان کی احمدی جماعت کے پیشوا کے عزیزوں میں سے تھے۔ قیدیوں کے بہت ہمدرد تھے۔ ہمیشہ ہی میرے احساس کا خیال کرتے رہے"۔

اسی طرح گیانی صاحب کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ قادیان کے ایک احمدی مربی گیانی عباداللہ (جو سکھ لٹریچر پر اتھارٹی ہیں) نے میری درخواست پر ایک طویل خط لکھا جس میں دوسرے سکھ لٹریچر کے علاوہ گورو گرنتھ صاحب کے بھی حوالے دے کر ثابت کیا کہ گورو صاحبان رام صاحب کے معترف تھے۔

☆ کنور مہندر سنگھ بیدی براہ راست بابا نانک کی سترھویں پشت میں سے ہیں۔ آپ کی خودنوشت "یادوں کا جشن" میں احمدی ڈاکٹر قاضی محمد بشیر اور ان کے صاحبزادے پروفیسر سرجن ڈاکٹر مسعود کا ذکر اس رنگ میں ہے کہ بیدی صاحب کے بھائی کو سر میں پھوڑا نکل آیا جو دماغ کو دباتا تھا اور ڈاکٹروں نے اُن کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کردیا تھا۔ ڈاکٹر محمد بشیر صاحب نے اپنی بیماری کے باوجود ہسپتال تشریف لاکر مریض کا آپریشن کیا اور خدا تعالیٰ نے مریض کو کامل شفا عطا فرمادی۔

☆ بریگیڈئر صدیق سالک اپنی خودنوشت "سیلوٹ" میں جنرل اختر حسین ملک کے اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ناشتے کی میز پر میری ملاقات میجر جنرل اختر حسین ملک سے ہوئی۔ انہوں نے تعارف میں پہل کی...... انہوں نے انکشاف کیا کہ وہ اپنی سٹاف کار میں راولپنڈی جارہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا:

"Capt. Salik! Would you like to give me the pleasure of your company upto Rawalpindi"

یعنی کیپٹن سالک! کیا راولپنڈی تک آپ مجھے اپنی محبت سے نوازیں گے۔ (میں تو اس کا ترجمہ یوں کرتا کہ کیا آپ راولپنڈی تک مجھے رفاقت کا شرف بخشیں گے) جملہ معترضہ کے طور پر کسی کا شعر یاد آگیا۔

• آپ سے جھک کے جو ملتا ہوگا
اس کا قد آپ سے اونچا ہوگا

...... راستے میں وہ مجھ سے میرے پیشے کے متعلق باتیں کرتے رہے...... اور مجھے اعتراف ہے کہ ان تمام موضوعات پر ان کی معلومات مجھ سے کہیں زیادہ جدید اور معتبر تھیں۔ میں ایک عرصے تک اس سفر کے نشے میں رہا"۔

ایک اَور ملاقات کا ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ "میرا تاثر یہ تھا کہ یہ فوجی لیڈر غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ یہ لکیر کا فقیر نہیں، کچھ کر گزرنے کا ملکہ رکھتا ہے۔ اسے آئندہ سالوں میں نظر میں رکھنا چاہئے کہ اس کی ابلتی ہوئی صلاحیتیں کس طرف اظہار پاتی ہیں"۔

اس کے بعد مصنف نے ۶۵ء کی جنگ کے حوالہ سے جنرل صاحب کی عسکری ذہانت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد لکھا ہے:-

"چند ایسے سوالات ابھرے جن کے جوابات ہنوز واضح نہیں ہیں مثلاً ستمبر کے ابتدائی دنوں میں اکھنور کی جانب پاک فوج کی پیش قدمی کیوں روک دی گئی اور عین لڑائی کے دوران میجر جنرل اختر حسین ملک کو کمانڈ سے ہٹا کر میجر جنرل یحییٰ خان کو ان کی جگہ کیوں لگایا گیا؟"

☆ نامور ادیب، شاعر و نقاد ڈاکٹر وزیر آغا اپنی خودنوشت "شام کی منڈیر سے" میں اپنے سکول کے ایک ساتھی (محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب) کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"جلسہ تقسیم انعامات میں سب سے زیادہ انعامات ایک چھوٹے قد کے لڑکے کو ملے جو اس وقت میٹرک کا طالبعلم تھا۔ اسے انعام میں کتابوں کا اتنا بڑا ڈھیر ملا کہ اُس سے اٹھایا نہیں جاتا تھا۔ کالج کے بیشتر اساتذہ کھسر پھسر کررہے تھے کہ یہ لڑکا جینئس ہے، ریاضی اور سائنس اس کے مضامین تھے جن میں وہ اپنی کلاس سے میلوں نہیں بلکہ صدیوں آگے تھا"۔

☆ ضمیر جعفری صاحب کی ڈائری "ضمیر حاضر ضمیر غائب" میں بعض احمدی احباب کا ذکر ہے مثلاً فیض چنگوی صاحب کا اور جنرل اختر حسین ملک صاحب کے خسر چودھری عبدالغفور صاحب کا۔

☆ پروفیسر آل احمد سرور کی خودنوشت "خواب باقی ہیں" میں مشہور احمدی ادیب ڈاکٹر اختر اورینوی کا ذکر یوں کیا گیا ہے:-

"پٹنے یونیورسٹی میں اردو کے استاد تھے، پڑھے لکھے آدمی تھے۔ افسانہ نگار کی حیثیت سے بھی ان کی خاصی شہرت تھی، بہت اچھے خطیب بھی تھے۔ ان کی بیوی شکیلہ اختر بھی ایک ممتاز افسانہ نگار تھیں...... بڑے اچھے خطیب تھے ایک مرتبہ پٹنے کے گوردوارے میں انہوں نے گروگوبند پر ایسی اچھی تقریر کی کہ ان کو ایک کرپان نذر کی گئی"۔

☆ جوش ملیح آبادی اپنی خودنوشت میں ایک احمدی دوست کا ذکر یوں کرتے ہیں:-

"میاں محمد صادق! دراز قامت، ژرف نگاہ، شب رنگ، صباح طینت، لاہور کے باشندے، ...... عقیدے کے لحاظ سے قادیانی، نواہی سے بیزار، اوامر کے پابند، نماز پنجگانہ کے بغیر سانس لینے کو گناہ سمجھنے والے، سخن سنج، شاعر نواز، اخلاص شعار، مردم شناس، عہدے کے اعتبار سے شب یلدا، اور پاکیزگی طبع و شرافت نفس کے نقطہ نظر سے صبح صادق!...... وہ شدت کے ساتھ دیندار تھے......"۔

☆ مشہور براڈکاسٹر اخلاق احمد دہلوی اپنی کتاب "میرا بیان" میں احمدی ادیب قمر اجنالوی کے تاریخی ناول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"قمر اجنالوی دریا کو کوزے میں بند کرنے کی بجائے کوزہ میں سے دریا نکالتے ہیں...... اصل میں وہ قلم ہی ایسے موضوع پر اٹھاتے ہیں جس میں ڈوب کر اور اس کی تہ میں پہنچ کر یہ آپ کے لئے موتی رول سکیں...... ان کی تحریر میں وہ گرفت اور موہنی ہے جو آپ کو پکڑ کر بٹھا لیتی ہے...... جناب قمر اجنالوی ایک معتبر مؤرخ اور محقق ہیں"۔

Muslim Television Ahmadiyya
Programme Schedule for Transmission

27/03/2000 – 02/04/2000

Please Note that programme and timings may Change without prior notice. Details of Programmes are Announced Every Six Hours. All times are given in British Standard Time. For more information please phone on +44 181 870 8517 or fax +44 181 874 8344

Monday 27th March 2000

00.05 Tilawat, News
00.35 Children's Corner: Class No.59, Part 2 ®
01:05 Liqa Ma'al Arab: Session No.280 ®
02.15 Speech:The Importance of Prayers By Maulana Syed Shamshad Naser Sb
03.00 Urdu Class: Lesson No.233 ®
04.20 Learning Chinese: Lesson No.160
04.55 Mulaqat With Young Lajna ® Rec:19.03.00
06.05 Tilawat, News
06.35 Children's Corner: Kudak No.10 Produced by MTA Pakistan
07.00 Dars ul Quran(1995):No.25 ®
08.55 Liqa Ma'al Arab: Session No.280 ®
09.55 Urdu Class: Lesson No.233 ®
10.55 Indonesian Service: Friday Sermon With Indonesian Service
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Norwegian: Lesson No.57
13.10 Rencontre Avec Les Francophones(New) Rec:20.03.00
14.10 Bengali Service
15.10 Homeopathy Class: Lesson No.106
16.15 Childrens Class: Lesson No.60, Part 1 With Hadhrat Khalifatul Masih IV
16.55 German Service: Various Programmes
18.05 Tilawat,
18.15 Urdu Class: Lesson No.234
19.15 Liqaa Ma'al Arab: Session No.281
20.15 Turkish Programme: Discussion Introduction to Ahmadiyyat
20.50 Rencontre Avec Les Francophones ®
21.50 Rohani Khazaine Guset: Mubashir Ahmad Ayaz Sahib
22.30 Homeopathy Class: Lesson No.106 ®
23.35 Learning Norwegian: Lesson No.57 ®

Tuesday 28th March 2000

00.05 Tilawat, News
00.35 Children's Class: Lesson No.60, Part 1 ®
01.15 Liqa Ma'al Arab: Session No.281 ®
02.20 MTA Sports: Kabaddi Final Rabwah verses Lahore
03.05 Urdu Class: Lesson No.234 ®
04.25 Learning Norwegian: Lesson No.57 ®
04.55 Rencontre Avec Les Francophones ®
06.05 Tilawat, News
06.30 Children's Class: Lesson No.60, Part 1 ®
07.05 Pushto Programme: F/S Rec.16.10.98 With Pushto Translation
08.10 Rohani Khazaine ®
08.50 Liqa Ma'al Arab: Session No.281 ®
09.55 Urdu Class: Lesson No.234 ®
11.05 Indonesian Service: Various Items
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning Swedish: Lesson No.42
13.00 Bengali Mulaqat (New): Rec.21.03.00
14.00 Bengali Service:
15.00 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.77
16.05 Children's Corner: Yassernal Quran Class, Lesson No.22.
16.55 German Service
18.05 Tilawat, Seerat un Nabi (saw)
18.25 Urdu Class: Lesson No.235
19.25 Liqa Ma'al Arab: Session No.282
20.30 MTA Norway: Islamul ki philosophy
21.00 Bengali Mulaqat ®
22.00 Hamari Kaenat: Hubble Telescope
22.25 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.77
23.35 Learning Swedish: Lesson No.42 ®

Wednesday 29th March 2000

00.05 Tilawat, MTA News
00.35 Children's Corner: Quran Class
01.00 Liqaa Ma'al Arab: Session No.282 ®
02.00 Bengali Mulaqat ®
03.05 Urdu Class: Lesson No.235 ®
04.20 Learning Swedish: Lesson No.42 ®
04.45 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.77
06.05 Tilawat, News
06.40 Children's Corner: Quran Class ®
07.00 Swahili Programme: Muzakhra – J/S
08.15 Hamari Kaenat: Hubble Telescope ®
08.40 Liqaa Ma'al Arab: Session No.282 ®
09.55 Urdu Class: Lesson No.235 ®
11.00 Indonesian Service
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning Urdu: Lesson No.1
13.05 Atfal Mulaqat(new): Rec.22.03.00
14.00 Bengali Service
15.05 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.78
16.10 Children's Corner: Ilmi Programme
16.55 German Service: Various Items
18.05 Tilawat, History of Ahmadiyyat
18.15 Urdu Class: Lesson No.238
19.20 Liqaa Ma'al Arab: Session No.283
20.30 MTA France: Quiz No.9
20.55 Atfal Mulaqat: ®
21.55 Durr e Sameen
22.25 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.78
23.25 Learning Urdu: Lesson No.2 ®

Thursday 30th March 2000

00.05 Tilawat, News
00.35 Children's Corner: Ilmi Programme ®
01.10 Liqaa Ma'al Arab: Session No.283 ®
02.05 Atfal Mulaqat: ®
03.05 Urdu Class: Lesson No.238 ®
04.05 Learning Urdu: Lesson No.2 ®
04.55 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.78
06.05 Tilawat, News
06.40 Children's Corner: Ilmi Programme ®
07.05 Sindhi Programme: F/S Rec.23.01.99 With Sindhi Translation
08.10 Durr e Sameen ®
08.40 Liqaa Ma'al Arab: Session No.283 ®
10.00 Urdu Class: Lesson No.238 ®
11.00 Indonesian Service: Mimbar Islam,...
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning Arabic: Lesson No.36
12.50 Liqaa Ma'al Arab(New): Rec.23.03.00
13.55 Bengali Service: F/S Rec.24.05.91 With Bangla Translation
15.05 Homeopathy Class: Lesson No.107
16.05 Children's Corner: Yassernal Quran Class, Lesson No. 23, MTA Pakistan
16.55 German Service: Various Items
18.05 Tilawat, Dars e Malfoozat
18.20 Urdu Class: Lesson No.239
19.35 Liqaa Ma'al Arab(New): ®
20.35 MTA Lifestyle: Al Maidah Topic: Cooking Chick pea Kebabs
20.55 Q/A Session (New): Rec.13.02.00
22.00 Quiz: History of Ahmadiyyat, No.32
22.40 Homeopathy Class: Lesson No.107 ®
23.40 Learning Arabic: Lesson No.36 ®

Friday 31st March 2000

00.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
00.50 Children's Corner: Quran Class ®
01.10 Liqa Ma'al Arab: (new) ®
02.15 Q/A Session: Rec.13.02.00 ®
03.15 MTA Lifestyle: Al Maidah ®
03.35 Urdu Class: Lesson No.239 ®
04.40 Learning Arabic: Lesson No.36 ®
04.55 Homeopathy Class: Lesson No.107 ®
06.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
06.45 Children's Corner: Quran Class ®
07.05 Quiz: History of Ahmadiyyat, No.32 ®
07.45 Siraiky Programme: F/S Rec.19.03.99 With Siraiky Translation
08.50 Liqa Ma'al Arab(new): ®
09.55 Urdu Class: Lesson No.239 ®
10.55 Indonesian Service: Dars Hadith, Nazm,..
11.25 Bengali Service: Discussion, Nazm,..
12.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
12.50 Nazm, Darood Shareef
13.00 Friday Sermon LIVE
14.00 Documentary: Rome, Italy
14.15 Majlis e Irfan(New): Rec.24.03.00
15.20 Friday Sermon ®
16.20 Children's Corner: Class No.16, Part 1 Produced by MTA Canada
16.55 German Service: Various Items
18.05 Tilawat, Dars ul Hadith
18.25 Urdu Class: Lesson No. 240
19.25 Liqa Ma'al Arab: Session No.284
20.30 MTA Belgium: Children's Class, No.26 Host: Naseer Ahmed Shahid Sahib
21.00 Documentary:From MTA Bahawalpur ®
21.10 MTA Variety: Interview
21.45 Friday Sermon ®
22.55 Majlis e Irfan ®

Saturday 1st April 2000

00.05 Tilawat, News
00.35 Children's Corner: Class No.16, Part 1 ® Produced by MTA Canada
01.05 Liqa Ma'al Arab: Session No.284 ®
02.25 Friday Sermon ®
03.25 Urdu Class: Lesson No.240 ®
04.25 Computers for Everyone: Part 42
04.55 Majlis e Irfan ®
06.05 Tilawat, Preview, News
06.50 Children's Corner: Class No.16, Part 1 ® Produced by MTA Canada
07.40 MTA Mauritius:Various Programmes
08.40 Documentary: Safr Hum Nay Kia
08.55 Liqa Ma'al Arab: Session No.284 ®
10.00 Urdu Class: Lesson No.240 ®
11.00 Indonesian Service
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Danish: Lesson No.20
13.10 German Mulaqat(new):Rec.25.03.00 With Hadhrat Khalifatul Masih IV
14.10 Bengali Service: Various Items
15.10 Children's Class: With Huzoor (New) Rec:01.04.00
16.10 Quiz: Khutabat e Imam
16.55 German Service: Various Items
18.05 Tilawat, Preview
18.30 Urdu Class: Lesson No.241
19.45 Liqa Ma'al Arab: Session No.285
20.55 Arabic Programme: Various Items
21.25 Children's Class (New): ®
22.25 MTA Variety: entertainment programme
22.50 German Mulaqat(New): ®

Sunday 2nd April 2000

00.05 Tilawat, News
00.45 Quiz Khutbat e Imam
01.05 Liqa Ma'al Arab: Session No.285 ®
02.10 Canadian Horizons: Children's Class Hosted by Naseem Mehdi Sahib
03.10 Urdu Class: Lesson No.241 ®
04.25 Learning Danish: Lesson No.20 ®
04.55 Children's Class(new): ®
06.05 Tilawat, Seerat un Nabi, News
07.10 Quiz Khutabat e Imam ®
07.30 German Mulaqat: ®
08.30 MTA Variety:Entainment ®
08.55 Liqa Ma'al Arab: Session No.285 ®
09.55 Urdu Class: Lesson No.241 ®
10.55 Indonesian Service
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Chinese: Lesson No.160 With Usman Chou Sahib
13.10 Mulaqat(new):with Young Lajna Rec.26.03.00
14.10 Bengali Service
15.10 Friday Sermon ®
16.25 Childrens Class: Lesson No 60, Final Part
16.55 German Service
18.05 Tilawat, Seerat un Nabi
18.20 Urdu Class: Lesson No.242
19.45 Liqa Ma'al Arab: Session No.286
20.50 Bosnian Programme: Ahmadiyyat in Bosnia
21.15 Dars ul Quran: Lesson No.1 (1996) Rec:22.01.96
22.55 Mulaqat with Young Lajna ®

Translations for Huzoor's Programmes are available on the following Audio frequencies:
English: 7.02 mhz, Arabic: 7.20 mhz, Bengali: 7.38 mhz, French: 7.56 mhz, German: 7.74 mhz, Indonesian/Russian: 7.92 mhz, Turkish: 8.10 mhz,
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8870 8517
Fax: (020) 8875 0249

Vol. 7 | Friday, March 24, 2000 | Issue No. 12

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

تاریخ سیاحت کی مشہور عالم شخصیات

قرآن مجید میں چھ بار سیر و سیاحت کی تاکیدی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ ابوداؤد کتاب الجہاد میں آنحضرت ﷺ کا یہ ذوالمعارف فرمان درج ہے کہ "اِنَّ سِیَاحَۃَ اُمَّتِی الجِھَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ"۔ میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

گزشتہ صدیوں میں مسلم دنیا نے جتنی کثرت سے عظیم سیاح پیدا کئے اس کی مثال ماضی کی کسی اور قوم میں نہیں ملتی۔ بطور نمونہ چند نابغہ یادگار شخصیتیں ملاحظہ ہوں:۔

۱......۔ سلیمان بصری۔ جس نے ساتویں صدی عیسوی میں برصغیر اور مشرق بعید کا سفر کیا۔ اس کے سفرنامہ کا فرانسیسی ترجمہ موسیو رینان نے ۱۸۴۵ء میں کیا۔

۲......۔ ابن حوقل محمد بغدادی۔ دسویں صدی کا مشہور عرب سیاح۔

۳......۔ المسعودی (وفات ۹۵۷ء) بلند پایہ مؤرخ اور نامور جغرافیہ دان جس کی کتاب "مروج الذہب" کو یورپ میں غیر معمولی شہرت نصیب ہوئی۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے فاضل مقالہ نگار نے انہیں یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس کا مثیل قرار دیا ہے۔ "مروج الذہب" ایران، برصغیر، لنکا، چین، شام اور دوسرے ممالک کے طویل سفروں سے حاصل شدہ مستند معلومات کا نادر مرقع ہے۔

۴......۔ ابوحامد اندلسی (وفات ۱۱۹۴ء) جس نے ہسپانیہ سے لے کر چین تک جادہ پیمائی کی اور جغرافیہ اور عجائب عالم پر "تحفۃ الالباب" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی جو پیرس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۵......۔ ابن جبیر (۱۱۵۴ء۔۱۲۱۷ء)۔ مشرقی علم کے ماہر یورپین تاریخ دانوں نے جن میں مسٹر امری اور پروفیسر ڈوزی بالخصوص قابل ذکر ہیں، ابن جبیر کے سفرنامہ سے بہت استفادہ کیا ہے۔ مسٹر امری نے صقلیہ کے حالات اسی سے نقل کئے ہیں اور پروفیسر ڈوزی نے اپنے اکثر نوٹوں میں اس کا حوالہ دیا ہے۔

اس ہسپانوی عرب (Moor) کی سفری روداد کو جے سی براڈ ہرسٹ نے ۱۹۵۱ء میں عربی سے انگریزی میں منتقل کیا۔

۶......۔ ابن بطوطہ (۱۳۰۴ء۔۱۳۷۷ء)

ابن بطوطہ کا زمانہ سیاحت ربع صدی پر ممتد اور یورپ کے سوا اس دور کی معلوم دنیا کے بہت سے ممالک پر مشتمل ہے جس کے سامنے کوئی اور اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس نے جس قابلیت سے اپنے طویل اور صبر آزما سفر کے حالات قلمبند کئے ہیں اس سے اسے مؤرخوں میں ایک نمایاں حیثیت دی گئی ہے۔ سفرنامہ ابن بطوطہ ایک عہد آفریں کارنامہ ہے۔ دنیا کی کوئی ترقی یافتہ زبان ایسی نہیں جس میں اس کتاب کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔ سفرنامہ کا اردو ترجمہ پاکستان کے مشہور ادارہ نفیس اکیڈیمی کراچی نمبر ۱ کے زیر اہتمام چھپ چکا ہے جو برصغیر کے مسلّمہ ادیب و مترجم سید رئیس احمد جعفری کے قلم کا رہین منت ہے۔

☆......☆......☆

عہد حاضر کے ایک احمدی سیاح اور ان کے دو سفرنامے

جناب محمد داؤد طاہر صاحب ایم۔اے۔ (سیاسیات) حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی بابو فخرالدین صاحبؓ آف گھوگھیاٹ کے پوتے اور سلسلہ احمدیہ کے بزرگ عالم اور انشاء پرداز مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر کے لخت جگر ہیں۔ جو دسمبر ۱۹۴۴ء میں قادیان دارالامان کی مقدس بستی میں پیدا ہوئے۔ پاکستان میں ہوش کی آنکھ کھولی، اعلیٰ تعلیم تعلیم الاسلام کالج کے دینی و روحانی ماحول میں پائی۔ ایم۔اے (سیاسیات) پاس کرنے کے بعد ۱۹۶۹ء سے پاکستان ٹیکسیشن سروس سے وابستہ ہو کر اپنے وطن عزیز پاکستان کی گرانبہا خدمات بجا لا رہے ہیں۔ انہوں نے علم و ادب کا پاکیزہ اور نفیس ذوق اپنے والد معظم سے ورثہ میں پایا ہے۔

آپ نے احمدیت کی دوسری صدی کے پہلے سال اگست سے دسمبر ۱۹۸۹ء تک جدید دنیا (امریکہ)، جرمنی، میکسیکو، کینیڈا، انگلستان اور فرانس کا دورہ کیا اور اپنا سیاحت نامہ "شوق ہمسفر میرا" کے نام سے زیب قرطاس کیا اور فیروز سنز لاہور کے زیر اہتمام شایان شان رنگ میں طبع ہوا اور اپنے منفرد اسلوب، دلکش اور معیاری ندرت بیان اور علمی اور سائنٹفک انداز کے باعث اس درجہ مقبول ہوا کہ پے در پے تین ایڈیشن شائع ہوئے اور ہاتھوں ہاتھ بک گیا۔ پاکستان کے اخبارات و رسائل نے اس پر شاندار ریویو لکھے، مضامین اور تقریب رونمائی کی رپورٹیں شائع کیں۔ جمیل الدین عالی، عبدالعزیز خالد، شوکت صدیق اور دوسرے اعلیٰ پایہ کے نقادان سخن نے مبارکبادیں دیں۔ عطاء الحق قاسمی، مستنصر حسین تارڑ، ضمیر جعفری، ڈاکٹر ناصر احمد ناصر (پرویز پروازی) اور متعدد چوٹی کے ادیبوں اور شاعروں نے اس پیشکش کو خراج تحسین ادا کیا اور پاکستان ٹیلی ویژن اور ریڈیو پاکستان نے تبصرے کر کے عوامی حلقوں میں بھی اس کی دھوم مچا دی۔

قبولیت عامہ کی اس فضا میں فیروز سنز نے ۱۹۹۸ء میں جناب محمد داؤد طاہر صاحب کا دوسرا سفرنامہ "سفر زندگی ہے" کے حقیقت افروز عنوان سے شائع کیا جو ایران اور ترکی کے چشمدید واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ سفرنامہ بھی اردو اصناف نثر میں قیمتی اضافہ ہے اس کے ابتدائیے جناب جمیل الدین عالی اور جناب مستنصر حسین تارڑ کے سحر طراز قلم کا نمونہ ہیں۔ جناب سید ضمیر جعفری نے اس پر از معلومات روداد پر درج ذیل الفاظ میں تبصرہ فرمایا ہے:

"انہوں نے اردو ادب کے اس سنگلاخ اور پہاڑی سفر میں بڑی بلند چوٹی پر جا کر اپنا کیمپ قائم کیا اور اس کوہ پیمائی میں انہوں نے جو پگڈنڈیاں دریافت کی ہیں وہ پہلے سے بھی اونچی چوٹیوں کی گردن میں اپنی باہیں حمائل کر رہی ہیں۔ داؤد طاہر کا کرشمہ اسلوب نگارش اور انداز نظر میں ہے۔ تحریر کی مسلسل اور بے ساختہ شگفتگی کے باعث ان کے راستے پر آنے والے "بلوچستان" بھی خیابانوں کی طرح گزر جاتے ہیں ان کے لفظوں میں طہران اور استنبول کی گلیاں بولتی ہیں اور یوں لگتا ہے کہ واپسی پر ان دونوں ممالک کو وہ اپنے ساتھ لے آئے ہیں"۔

پاکستان کے موقر ماہنامہ "ادب لطیف" کے شمارہ ستمبر ۱۹۹۹ء میں جناب مسعود اختر شیخ کے قلم سے "سفر زندگی ہے" کے زیر عنوان ایک طویل نوٹ سپرد اشاعت ہوا ہے۔ اس کا صرف ایک حصہ پیش ہے:

"دوستو! اللہ میاں شوق دے تو کتابیں پڑھا کرو۔ اور اگر کتابوں کی ہوشربا گرانی اور ڈش کلچر کی ہمہ وقتی دلفریبیاں آپ کی راہ میں حائل نہ ہوں تو پھر کیوں نہ کوئی ایسی عمدہ کتاب پڑھی جائے جو آپ کے کتب بینی کے ابھرتے ہوئے شوق کے لئے صحیح معنوں میں تازیانے کا کام کرے۔ میرا روئے سخن حال ہی میں شائع ہونے والی ایک ایسی کتاب کی طرف ہے جسے داؤد طاہر نے لکھا ہے۔ کتاب کا نام ہے "سفر زندگی ہے"۔ یہ کتاب اردو زبان میں سفرناموں کی فہرست میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

اگر آپ اس سے پہلے داؤد طاہر کے نام سے آشنا نہیں ہیں تو اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ وہ خود ڈھول ڈھمکے میں یقین نہیں رکھتے ورنہ ان کی پہلی کتاب "شوق ہمسفر میرا" ہی انہیں شہرت کی بلندیوں پر پہنچانے کے لئے کافی تھی۔ اب جبکہ وہ اپنی دوسری کتاب لکھ کر پاکستان کے سفرنامہ نگاروں کی صف اول میں اپنا مقام پیدا کر چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ ایک قاری کی حیثیت سے ان سے شناسائی پیدا نہ کریں۔ محض دو کتابیں لکھ کر اپنے نام کو چار چاند لگانا اور پھر مستنصر حسین تارڑ جیسے سفرنامہ نگار سے اپنے نام کا لوہا منوانا داؤد طاہر کا کام ہے............۔

اللہ بھلا کرے داؤد طاہر کا جنہوں نے ایک عمدہ سفرنامہ لکھ کر پاکستانی قارئین پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ دعا ہے انہیں بار بار ملک سے باہر جانے کے مواقع نصیب ہوں تاکہ وہ اپنے قلم کی رفتار کو تیز سے تیز تر کر کے اردو ادب میں نت نیا اضافہ کرتے رہیں"۔

دستِ کوتاہ کو پھر دارزی بخش
خاکساروں کو سرفرازی بخش
ہوں جہاں گرد ہم میں پھر پیدا
سندباد اور پھر جہازی بخش

(المصلح الموعود)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"ہر شخص کی سوچ کے مطابق ان زندگیوں کے جوڑوں پر جہاں ایک دور دوسرے دور میں داخل ہو رہا ہوتا ہے۔ انسان کو مختلف قسم کے خیالات آتے ہیں، مختلف قسم کے تصور اس کے دل سے ابھرتے ہیں اور سب سے اچھا وہی تصور ہے جو خدا کی طرف مائل کرنے والا ہو، جو نیکیوں کی طرف توجہ دلانے والا ہو"۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔